جسمانی اور متروکہ آثار نبوی سے تبرک صحابہ رضی اللہ عنہم

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی ☆

جسمانی آثار نبوی سے تبرک صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول، پیغمبر آخر الزماں اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تقدس کی ایک چادر اوڑھادی تھی اور پوری ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیکرِ تقدس بن گئی تھی۔ عربی میں اس لفظ کا بنیادی معنی پاک ہونے اور بابرکت ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے معنی میں اس کا استعمال ہوا ہے:

ونقدس لك(۱)

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ''القدوس'' بھی ہے، جس کے معنی ہیں: ہر نقص سے مبرا اور پاک۔

اور اسی ذاتِ بے ہمتا کی طرف اس کائنات یا اُس عالم کی متعدد چیزوں کی نسبت کی جاتی ہے جیسے روح القدس (مراد جبریل علیہ السلام) خطیرۃ القدس (تجلیاتِ الٰہی کا عظیم ترین مقام) اور بیت المقدس (یروشلم کا خانہ الٰہی) وغیرہ۔ ان تمام نسبتوں میں مراد یہ ہوتی ہے کہ پاکی و پاکیزگی اور برکات وتجلیاتِ الٰہی اس ذات وشخص ومکان ومقام سے وابستہ ہوگئی ہیں۔ فلسطین کی خاص سرزمین کو ''الارض المقدسۃ'' (پاک و بابرکات زمین) اسی بنا پر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ مائدہ (۲) کے بیان سے واضح ہے۔(۳)

رسولِ اکرم ﷺ کے لیے بلاشبہ قرآن مجید میں لفظ مقدس استعمال نہیں ہوا اور نہ کسی دوسرے نبی

☆ ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل۔ ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مکرم کے لیے۔ لیکن آیات قرآنی مذکورہ بالا سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بالخصوص اور دوسرے انبیائے کرام بھی علی العموم مقدس تھے۔ اشخاص میں حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے یہ لفظ روح القدس محض اس لیے استعمال ہوا ہے کہ وہ سرخیلِ ملائکہ اور پیغمبر وحی ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے ان کو مقدس پیکر قرار دینے پر اعتراض وارد ہوتا ہے، کیوں کہ ان کو حضرت قدس (اللہ تعالیٰ) کی روح قرار دیا گیا ہے، مگر وادی طویٰ اور ارضِ فلسطین کو تو بہ صراحت مقدس/ مقدسہ بتایا گیا ہے اور کلام الٰہی میں ہی انہیں بتایا گیا ہے۔ ان کی مقدسیت/ تقدس محض اس بنا پر ہے کہ وہ انوار الٰہی اور تجلیات ربانی کے دو مقامات خاص ہیں، اس بنا پر خود بھی مقدس بن گئے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس معنی میں مقدس ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عصمت کا تقدس ملا تھا۔ جس نے آپ ﷺ کو عیوب سے منزہ، خطاؤں سے مبرا اور گناہوں سے پاک بنا دیا تھا۔ آپ غلطی کر ہی نہیں سکتے تھے۔ بشری تقاضوں سے اگر کوئی ایک تیز سرزد ہو جاتی، جو مقام رسالت ونبوت سے فروتر ہوتی تو اس کی فوری اصلاح ہو جاتی، پھر وحی الٰہی اور کلام ربانی سے خطیرۃ القدس سے بہ راہِ راست سرفرازی اور روح القدس کے وسیلے سے بالواسطہ نصیبہ وری نے آپ ﷺ کے تقدسِ ذاتی وصفاتی کو آپ ﷺ کی پاکیزہ شخصیت میں جمع کر دیا تھا، اس لیے آپ مقدس تھے۔

اسی تقدس مآبی نے رسول اکرم ﷺ کو بابرکات بنا دیا تھا۔ ان برکاتِ نبوی کا ظہور قبلِ بعثت بھی ہوا اور بعد نبوت بھی۔ حدیث وسیرت کے دفاتر میں ان دونوں کے شواہد بہ کثرت ملتے ہیں اور معجزات کے ابواب بھی انہیں پر مشتمل ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تقدس کی حقیقت، اس کے بابرکات ہونے کی واقعیت نے صحابہ کرام کو عقیدت ومحبت کا ایک عجیب ذوق بخشا تھا۔ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ تھا:

> میں نے بڑے بڑے شہنشاہوں اور بزرگوں کو دیکھا، لیکن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کرام جس عقیدت ومحبت کا بے مثال ومحبت آگیں مظاہرہ کرتے ہیں، ویسا کہیں نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام کا یہ احترامِ نبوی رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے جس طرح وابستہ تھا، اسی طرح آپ کی چیزوں سے بھی وابستہ تھا۔ اس مقالے میں ذات نبویؐ رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کی اسی تقدیس وتعظیم کی ایک جھلک دکھانی مقصود ہے۔

بعثت سے پہلے

اکابرِ مکہ بالعموم اور اجداد و اعزۂ قریش بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ''بڑی شان والا'' سمجھتے تھے۔ ان میں آپ ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب ہاشمی سرِ فہرست تھے۔ وہ ظہور قدسی کے اولین لمحے سے آپ کو عظیم الشان جانتے تھے۔ قریش کے اکابر نے جب آپ ﷺ کے منفرد نام گرامی ''محمدؐ'' کی وجہ پوچھی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے پوتے کی ایک شان ہے اور آپ ﷺ کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی اس لیے رکھا ہے کہ آسمانوں والے اپنے آسمانوں میں اور زمین والے اپنی زمین میں آپ ﷺ کی تعریف و تحسین کریں۔ اس توصیف و تکریم کے لیے کسی لمبی چوڑی عبارت کی ضرورت نہ تھی کہ صرف نام نامی ہی تعریف والا ہے۔ (۴)

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی اسی عظمت و شان اور تعریف و تحسین والے نام کے بارے میں ایک بار بڑی حکیمانہ بات فرمائی تھی۔ قریشی معاند اکابر اور دشمن اسلام شیوخ مکہ طنزاً آپ ﷺ کو ''مُذَمَّم'' (قابل مذمت) کہا کرتے تھے، صحابہ کرام کے ردِ عمل پر آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو کہنے دو، جو کہتے ہیں، وہ تو کسی مُذَمَّم کی تنقیص کرتے ہیں، میں تو محمد (قابل تعریف) ہوں۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنے اسم گرامی کے حوالے سے ان کے طنز و تعریض کا رخ ہی پھیر دیا تھا۔ (۵)

آپ ﷺ کے بچپن میں رونما ہونے والے معجزات و کرامات کے حوالے سے آپ کے مقدس و بابرکت ہونے کی بات نہیں کہی جا سکتی کہ تمام معتبر و محقق محدثین کرام اور ثقہ و بہ اعتبار سیرت نگاروں کے نزدیک ان میں سے بیش تر غیر صحیح ہیں۔ اس سے زیادہ وہ پیشن گوئیاں قابل اعتراض ہیں، جو بعثت سے قبل آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کا تعین کرتی ہیں، کیوں کہ وہ قرآن مجید، احادیث شریف اور روایت و درایت کے اصول پر کھری نہیں اترتیں۔ لہٰذا ان کا حوالہ دینا ہی مناسب نہیں ہے، البتہ قیافہ شناسوں اور ماہرین شخصیت کے قیافوں اور تجربوں اور مشاہدوں کا ذکر ضرور بتاتا ہے کہ آپ ﷺ اس زمانے میں بھی مقدس و مکرم اور بابرکت و عظیم الشان شخصیت کے حامل سمجھے جاتے تھے اور اسی سبب سے آپ ﷺ کا اکرام و اعزاز بھی کیا جاتا تھا اور آپ ﷺ کا وسیلہ بھی چاہا جاتا تھا اور آپ کے حوالے سے بگڑی بن جانے کی دعا بھی جناب الٰہی میں کی جاتی تھی۔

استسقا کے لیے وسیلۂ نبوی

آپ ﷺ کا لڑکپن کا زمانہ تھا کہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا۔ بارش نہ ہونے کے سبب زندگی پریشان

ہوگئی۔ آپ ﷺ کے شفیق و مربی چچا جناب ابو طالب بن عبد المطلب ہاشمی اپنے والد مکرم کی مانند آپ کی شان و عظمت کے قائل تھے۔ روایات حدیث و سیرت کے مطابق جناب ہاشمی عبد المطلب آپ ﷺ کو جبل بوقبیس پر لے گئے اور وہاں آپ ﷺ کے وسیلے سے بارش کی دعا جناب الٰہی میں پیش کی۔ رحمت ربانی کو ہونے والے رسول مکرم ﷺ کے وسیلے کی ادا بھا گئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ جل تھل ہوگیا۔ ابو طالب ہاشمی نے اس واقعۂ برکت و تقدس سے متاثر ہوکر وہ قصیدہ لامیہ کہا، جو تاریخ ادب عربی کے ساتھ حدیث میں بھی محفوظ ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی دیگر صفات و اوصاف کے یہ صفت بھی عیاں ہے کہ آپ ﷺ کے حسین و جمیل چہرے کی خاطر بارش برستی ہے اور بادل ٹوٹ کر آتے ہیں اور سب کو سر سبز و شاداب اور سیر کر دیتے ہیں۔ اس قصیدے میں آپ ﷺ کا دوسری صفات کا بھی ذکر ہے۔(٦)

امام بخاریؒ اور بعض دوسرے محدثین کرام نے بھی اس واقعے کو بیان کیا ہے اور ابو طالب ہاشمی کے قصیدے کے بعض اشعار کو نقل کیا ہے۔(٧) حدیث بخاری میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابو طالب کے حسب ذیل شعر سے تمثل کیا کرتے تھے:

و ابیض یُستقیٰ الغمام بوجهه
ثِمال الیتامیٰ عصمة للارامل

وہ خوب صورت ہیں، ان کے چہرے سے بارش کا فیضان طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کا محافظ ہیں۔(٨)

ابن ہشام نے پورا قصیدۂ ابی طالب نقل کیا ہے اور اس کی شرح لکھی ہے۔ مذکورہ بالا شعر بھی خاص پس منظر میں الگ نقل کیا گیا ہے۔(٩)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے نہ صرف دوسرے اشعار اور قصیدے نقل کیے ہیں، بل کہ اس پر بحث کی ہے اور واقعۂ استقا کا ذکر کیا ہے جو قبل بعث ہوا تھا اور جس میں عبد المطلب ہاشمی نے آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ اس میں دوسرے اسلامی اور نبوی استقا کے واقعات اور احادیث بھی ہیں اور ان کے لیے امام بیہقی کے بیان وغیرہ سے بھی استناد کیا ہے۔

حدیث بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانۂ خلافت میں ذات رسالت مآب ﷺ سے توسل کیا جاتا تھا:

اللهم انا کنا نتوسل الیك نبینا فتسقینا......(١٠)

جسم اطہر سے مَس کرنے کا تعامل

بہ حیثیت بشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم خالص بشری تھا، لیکن وہ محض ایک عام بشر کا جسم وبدن نہیں تھا۔ وہ ایک رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تھا اور خاتم الانبیا ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کو جسمانی فضیلت بھی عطا کی گئی تھی۔ شمائل نبوی کی احادیث شریفہ میں ان اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب کا بھی ذکر ملتا ہے، جو خالص جسم نبوی سے متعلق ہیں۔ انہیں اوصاف وفضائل نے جسمِ محمدی کو جسمِ اطہر اور بدن پاک بنایا تھا، جس میں طہارتِ مادی اور پاکیزگی روحانی دونوں مجسم ہوگئی تھیں۔ ان ہی طہارتوں نے رسول اکرم ﷺ کے جسم و بدن کو برکات عطا کی تھیں، ایسی برکات کہ صرف مَس کر دیں تو انسان کندن بن جائے۔ (۱۱)

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کے انسانی اور نبوی جسم و بدن کا ہر ہر حصہ اور ہر ہر عضو پاکیزگی کا ایک الگ پیکر تھا۔ صحابہ کرم میں سے کتنے ایسے تھے، جو محض جسم اطہر سے اپنے بدن کو مَس کرتے تھے کہ برکاتِ نبوی ان کے بدن میں بھی اتر آئیں۔ آپ ﷺ کے موئے مبارک برکاتِ الٰہی کی وہ روشن دلیلیں اور تجلیاتِ ربانی کی وہ منور قندیلیں ہیں، جو آج تک برکات پھیلا رہی ہیں۔ حضرات صحابہ کرام تو ان کو سینت سینت کر رکھتے تھے، ان کو حرزِ جاں بناتے تھے اور وقت آخر اپنے ساتھ قبر میں رکھنے کی وصیت فرماتے تھے، اوران سے برکت حاصل کرتے تھے۔ وہ ان کو ضائع کرنا تو درکنار، ان کو زمین پر گرنے تک نہ دیتے تھے، اوپر ہی اوپر ان کو اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیتے تھے کہ مبادا بے ادبی ہو۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے گلاب کی مانند بلکہ اس سے زیادہ خوش بودار پسینہ نکلتا تھا، وہ صحابہ کرام کے لیے مایۂ برکت، سرمۂ بصیرت، وسیلۂ شفا اور مشامِ جان ونفس کو معطر کرنے والا ہوتا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ کے جسمِ مبارک سے مَس ہوکر جو چیز اور جو شخص نصیبہ ور بنتا، وہ تازندگی اس کے ثمرات سے فیض یاب ہوتا، حتی کہ آپ ﷺ کے تھوک، لعابِ دہن اور بول و براز تک کو صحابہ کرام نے اپنے جسم وجان کے لیے سرمایۂ سعادت سمجھا۔ حضرت ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ گزر چکا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے وضو کا پانی بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور اسے اپنے چہروں، ہاتھوں اور سروں پر مَل لیتے تھے، کیوں کہ جسمِ نورانی سے وابستہ ہر شے باعثِ برکات جلیلہ تھی۔

جسم نبوی سے لمس کا تعامل صحابہ

متعدد روایات حدیث وسیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنی عقیدت ومحبت بے کراں کے

ہاتھوں کتنے مجبور تھے، وہ بہانے بہانے سے اور موقع پیدا کر کے رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو مَس کرنا چاہتے تھے۔(۱۲)

ایک صحابیہ حضرت بہیسہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد ماجد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرط عقیدت ومحبت سے انھوں رسول اکرم ﷺ کی قمیص آپ کے جسم اطہر سے اٹھائی اور اپنا چہرہ لباس نبوی ﷺ کے اندر داخل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومنے لگے اور جسم اطہر سے لپٹنے لگے۔

استاذن النبی ﷺ فدخل بینه و بین قمیصه فجعل یقبل و یلتزم ...... (۱۳)

مذکورہ بالا حدیث بخاری کے راوی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان اوپر گزر چکا ہے کہ لوگ رسول اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لے کر اپنے چہروں پر پھیرتے تھے۔ اسی میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا عمل متبرک منقول ہے کہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کے دست مبارک کو لے کر اپنے چہرے پر رکھا تھا:

قال: فأخذت بیده فوضعتها علیٰ وجهی

کیوں کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوش بودار تھا:

واطیب رائحة من المسلك

مشہور واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار میدانِ جنگ میں صفیں سیدھی کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ کی لکڑی صف میں استادہ ایک صحابی کو لگ گئی، انہوں نے برملا عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایذا دی ہے، پیکر عدل وانصاف ﷺ نے اپنے جسم اطہر سے لباس ہٹا دیا کہ وہ اپنا انتقام لے لیں۔ صحابی موصوف آگے بڑھے اور جسم اطہر سے چمٹ گئے، چومتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے، کہتے جاتے تھے کہ میں نابکار بدلہ لوں گا؟ میں تو آپ کے جسم مطہر سے لپٹنا اور اسے چومنا چاہتا تھا۔

امام بخاریؒ نے بچوں کے لیے دعائے برکت کرنے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے کے عمل نبوی کا ایک خاص باب باندھا ہے، جس کے تحت متعدد روایات لکھی ہیں۔

حضرت انس بن مالک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے دس سال تک خادم خاص رہنے کے سبب سب سے زیادہ لمس نبوی اور دعائے نبوی سے متمتع ہوئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی ماں حضرت ام سلیم بن ملحان نجاری خزرجی کی درخواست پر ان کے لیے خاص دعا کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس دعائے نبوی کے اثر سے انصار میں سب سے زیادہ مال دار میں ہوں اور میری بیٹی حضرت امینہ نے بتایا کہ حجاج بن یوسف ثقفی کی آمد بصرہ کے وقت میرے ایک سو بیس سے زیادہ بیٹے پوتے وغیرہ دفن ہو چکے تھے اور بہت سے زندہ تھے، حتی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک طویل عمر کی

دولت بھی ملی۔ان کے دوسرے برکات کا ذکر بھی متعدد روایات وواقعات میں ملتا ہے۔(۱۴)

لمسِ نبوی کی برکات

عقیدت مند صحابہ کرام کے تعامل کے علاوہ لمسِ نبوی کی دوسری روایات بھی ملتی ہیں، جو برکات کے فیضان کو دکھاتی ہیں۔رسولِ اکرم ﷺ کا معمولِ مبارک، بل کہ سنتِ متواترہ تھی کہ نوخیز وکم سن بچے بچیاں آپ کی خدمت گرامی میں دعائے خیر اور برکت کے حصول کی خاطر لائی جاتیں تو آپ ﷺ ان کے سروں پر دستِ شفقت ضرور پھیرتے، بہت سوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھا کر پیار کرتے، اور ان کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ایسے بہت سے واقعات کا ذکر ملتا ہے، جس پر ایک الگ مقالہ لکھا جا سکتا ہے اور ان شاء اللہ لکھا جائے گا۔بہ ہر حال لمسِ نبوی کی برکت سے ان کے جسم وبال، چہرے مہرے، صحت و بدن پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے۔ان میں سے اکثر کے بدن مضبوط، قُویٰ طاقت ور، بال کالے اور چہرے شاداب رہتے تھے۔غرض یہ کہ پورا جسم وجاں لمسِ نبوی کی برکات سے مستفید ہوتا تھا۔ان میں سے چند واقعات کا ذکر خیر درج ہے:

حضرت جُعَید بن عبد الرحمٰنؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو چورانوے سال کی عمر میں بھی بہت توانا وتن درست پایا۔انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ ساری برکت رسول اکرم ﷺ کی دعا کی بنا پر نصیب ہوئی۔میری خالہ مجھے خدمت گرامی میں لے گئی تھیں اور آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میرا بھانجا بیمار رہتا ہے، اس کے لیے دعا کیجیے اور آپ ﷺ نے میرے لیے اللہ سے دعا کی تھی۔(۱۵) اس حدیث میں لمس کا ذکر اگر چہ نہیں ہے مگر دوسری روایاتِ سیرت وغیرہ میں ملتا ہے، مگر کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس اور صحیح مسلم اور دوسری حدیث بخاری کی روایت میں مزید تفصیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی، اور حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے، جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے کیا ہے۔(۱۶)

ایک دوسرے صحابی حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اکرم ﷺ نے دعائے برکت کی تھی اور ان کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا تھا، اس دعا اور لمس نبوی کی برکت سے ان کو تجارت میں بہت نفع ہوتا تھا کہ وہ تاجر شخص بنے، وہ مدینہ کے بڑے تاجران غلہ میں سے تھے۔ان کو اس کی برکات ملیں سو ملیں، بعد کے زمانے میں حضرات عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر جیسے صحابی بھی ان کے کھانے میں صرف

اس بنا پر شرکت کرتے تھے اور بہ اصرار شرکت کرتے تھے کہ ان کو رسول اکرم ﷺ کی دعائے برکت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے، جس کا یقین ان کو تھا۔(۱۷)

لمس نبوی کی برکات کا ظہور معجزانہ بھی ہوتا تھا۔ بچوں اور نوخیزوں کے باب میں ان کا ظہور کافی مدت کے بعد بھی ہوا، جب ان کو علم و فضل، دنیاوی انعامات، کثرتِ مال و دولت، عظمت و جاہ اور دوسرے انعاماتِ الٰہی سے نوازا گیا۔ لیکن بعض اکابر اور عمر دراز صحابہ کرام کو لمسِ نبوی کی معجزانہ برکات کا ثمرہ فوری طور پر نصیب ہوا۔ بالعموم ان کا ذکر معجزات نبوی کے باب میں کیا جاتا ہے اور وہ ہیں بھی معجزات نبوی۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تمام بشری کارناموں اور انسانی کاموں میں معجزانہ عنصر موجود ہوتا تھا، خواہ وہ ہمیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اہلِ عقل کے لیے نبوت محمدی کا معاملہ ہی نہ سمجھ میں آنے والا ہے۔

بڑے صحابہ کرام کے لمس نبوی سے اور ان کے ثمرات سے متمتع ہونے کے کئی واقعات کتب سیرت و حدیث میں ملتے ہیں، ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ یہودی سردار ابورافع کے قتل کے بعد جب وہ واپس آئے تھے تو زینے پر صحیح طور سے پیر نہ پڑنے کی وجہ سے ان کی پیر کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے فوری علاج یہ کیا کہ اس کو اپنی پگڑی سے کس کر باندھ لیا۔ خدمت گرامی میں حاضر ہو کر اپنے کارنامے اور حکم کی تعمیل کی روداد پیش کی تو رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی پنڈلی پر ہاتھ پھیرا اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ محدثین کرام میں امام بخاریؒ نے بالخصوص اور متعدد سیرت نگاروں نے اس واقعے کو بیان کیا ہے۔(۱۸)

لعابِ دہن کی برکات

لعابِ نبوی کی اتنی برکات ہیں کہ ان پر پوری پوری کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور درحقیقت لکھی بھی گئی ہیں۔ حدیث و سیرت کے بہت سے واقعات لعابِ دہن نبوی کے فضائل و برکات اور ان کے دوسروں پر اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔ ان برکات کا سلسلۂ زریں انسانوں اور صحابہ کرام کے بچپن سے لے کر قبر تک چلتا نظر آتا ہے، اس کو مہد تا لحد برکات کا سلسلہ کہا جاتا ہے۔ بچوں کی ولادت کے معاً بعد ان کے والدین اور دوسرے بزرگانِ خاندان تحنیک کرانے کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے تھے۔ عمر کی مختلف منازل میں صحابہ کرام نے لعابِ دہن نبوی کی کرامات کا مشاہدہ کیا تھا، کبھی بیماری سے شفا پائی تھی اور کبھی صحت میں برکت اٹھائی تھی۔ موت کے بعد، حتیٰ کہ قبر کے گڑھے میں جانے کے بعد بعضوں کو رسول اکرم ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا کہ اس کی برکت و رحمت سے اللہ تعالیٰ ان کے لاشے

پر رحمت کے چند قطرے ہی برسادے گا۔ اور کیا عجب کہ اس کی برکت سے منافقین و مشرکین کو کچھ راحت میسر آئی ہو۔

تحنیک

جاہلی عربوں میں غالباً دینِ حنفی سے تحنیک کی روایت آئی تھی۔ بزرگ شخص اپنے منہ میں کھجور وغیرہ کو نرم کر کے نومولود بچے کو چٹا دیتا تھا، اسے تحنیک کہا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن میں بھی یہ روایت قبول کی گئی اور رسولِ اکرم ﷺ نے اسے جاری فرمایا۔ تحنیک کے پیچھے جذبہ یہ تھا کہ نومولود کو بزرگ (اور رسول اکرم ﷺ سے بزرگ تر کون ہو سکتا تھا؟) کے لعابِ دہن کی برکت سے صحت و عافیت حاصل ہو اور اس کی عمر و روزی اور تمام زندگی کے مراحل میں خیر و برکت کا فیضان نصیب رہے۔ سیرت و حدیث کی بہت سی روایات میں تحنیک کا ذکر ملتا ہے اور اس کی برکات کا بھی۔ ان پر ایک پورا تحقیقی مقالہ لکھا جا سکتا ہے، یہاں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ کی آمد کے بعد اولین مولودِ اسلامی حضرت عبداللہ بن زبیر اسدی قریشی رضی اللہ عنہ تھے۔ ولادت کے بعد ان کی والدۂ ماجدہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ان کو رسولِ اکرم ﷺ کے پاس لائیں اور آپ کی مبارک گود میں بٹھا دیا، آپ ﷺ نے اپنے منہ میں ایک کھجور کچل کر نومولود کے منہ میں رکھی اور اس کے ذریعے تحنیک کی نومولود کے پیٹ میں اولین غذا جو گئی، وہ رسول اکرم ﷺ کا لعابِ دہن تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے برکت کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو تا زندگی اس کے برکات نصیب رہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فرزندِ اکبر ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بھی تحنیک کی اور ان کے لیے دعائے برکت کی اور ان کا نام رکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ایک بچے کو آپ ﷺ گود میں بٹھائے تحنیک فرما رہے تھے کہ اس نے پیشاب کر دیا۔

حضرت ابوطلحہ انصاری اور حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہما کے ایک فرزند کے مرنے کے بعد دوسرا فرزند پیدا ہوا تو ان کو والد ماجد رسول اکرم ﷺ کے پاس لائے اور ساتھ میں کھجوریں بھی لائے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنے منہ مبارک میں کچھ کر نومولود کے منہ میں رکھ کر اس کی تحنیک کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ تمام احادیث بخاری میں مذکور ہیں۔ (۱۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تحنیک کی بہت واضح اور مفصل تعریف کی ہے اور اس کی بعض حکمتوں کا ذکر کیا ہے اور احادیث مذکورہ کی تشریح کی ہے۔ حافظ موصوف نے حضرت ابوطلحہ انصاری کے نومولود کے بارے میں دوسری روایت کتاب اللباس میں بھی بیان کی ہے، جس میں برکت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (۲۰) اسد الغابہ کے متعلقہ تراجم صحابہ کے علاوہ بہت سے دوسرے تراجم میں بھی تحنیک کا ذکر ملتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے لعابِ دہن کی برکت کا غالباً سب سے مشہور واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھنے کے بارے میں ہے۔ غزوۂ خیبر میں روانگی سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، لہٰذا وہ کچھ تاخیر سے گئے۔ قلعۂ مرحب کی فتح کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ان کو سالار مقرر کیا، انہوں نے آشوبِ چشم کا عذر کیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور ان کی تکلیف فوراً جاتی رہی۔ (۲۱)

قبر میں لعابِ نبوی

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں قمیص نبوی اور جنازے پر نماز نبوی کے حوالے سے ذکر ملتا ہے کہ اس کو قبر میں دفن کیے جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لاشے کو نکلوایا اور اسے آپ ﷺ کے زانوؤں پر رکھا گیا اور آپ نے اس پر اپنا لعابِ دہن چھڑکا اور اسے اپنی قمیص پہنائی:

اتی النبی ﷺ عبد الله بن ابی بعد ما ادخل قبره، فأمر به فأخرج و وضع على ركبتيه، و نفث عليه ريقه، و ألبسه قميصه (۲۲)

استعمال شدہ پانی کی برکت

حدیثِ حضرت ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے وضو کے پانی کے استعمال صحابہ کرام کا حوالہ گزر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کرام اپنی عقیدت ومحبت سے کرتے تھے، مگر اس کو رسولِ اکرم ﷺ کی تقریر و اثبات کے ذریعے حدیث کا درجہ حاصل ہے۔ بعض احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو اپنے استعمال شدہ پانی کو اپنے چہروں اور دوسرے اعضا پر مَل لینے کا حکم ظاہر و بلیغ بھی دیا تھا اور صحابہ کرام نے اسے بلا چون وچرا قبول کیا تھا کہ وہ ان کے لیے باعثِ برکت وبشارت تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے ظاہری فرمان اور صحابہ کرام کے مسلسل عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سنت وتعامل متواتر تھا اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

حضرات بلال بن رباح حبشی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو رسول اکرم ﷺ نے بلایا اور فرمایا کہ اس بدوی نے میری بشارت قبول نہیں کی، تم دونوں قبول کرلو، ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کی، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، پھر آپ نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، کلی کی اور منہ دھویا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں اسے پی لو اور چہروں اور ہنسلیوں پر مَل لو اور خوش خبری حاصل کرو۔ ان دونوں نے بہ خوشی تعمیل کی اور بشارت وطہارت و برکت کے مستحق بن گئے۔

ثم دعا بقدح فیه ماء، فغسل یدیه و وجهه فیه و مجّ فیه ثم قال: اشربا منه و افرغا علی وجوهکما و نحورکما و ابشرا......" (۲۳)

اس حدیثِ بخاری کا آخری حصہ اور بھی اہم اور معنی خیز ہے۔ حضرات بلال و ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما جب اس حکم نبوی کی تعمیل کررہے تھے تو حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جو غزوے میں موجود تھیں، پردے کے پیچھے سے ان دونوں کو پکار کر کہا: ذرا اپنی ماں کے لیے بھی پانی بچانا، لہٰذا دونوں نے اس کا ایک حصہ حضرت ام المؤمنین کے لیے بچادیا اور انہوں نے بھی اسے پیا اور مَلا:

فنادت ام سلمة من وراء الستر ان افضلا لا مکما، فأفضلا له منه طائفة

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت پر زیادہ بحث نہیں کی۔

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح ان کے چہرے پر کلی کر کے برکات سے نوازا تھا، جس کی برکت سے ان کا چہرہ تا زندگی شاداب رہا۔ ان کے چہرے کو جب فیض نبوی پہنچا تو وہ صرف پانچ سال کے تھے اور ان کو یہ واقعہ تا زندگی یاد رہا۔ (۲۴)

بئر بضاعہ کے پانی میں بھی رسول اکرم ﷺ نے اپنے وضو کا پانی اور لعاب دہن ملا دیا تھا اور اس کے پانی کے استعمال سے مریضوں کو شفا ہوتی تھی، اس کا ذکر کنوؤں کے حوالے سے آتا ہے۔ (۲۵)

متروکہ آثارِ نبوی ﷺ سے عقیدت و تبرکِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام کو رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے جس طرح عقیدت و محبت تھی، اسی طرح آپ ﷺ کی چیزوں سے بھی والہانہ لگاؤ تھا۔ وہ ان کو سینت سینت کر رکھتے تھے، ان کی حفاظت کرتے تھے، ان کو خود دیکھتے تھے، اور دوسروں کو بلا بلا کر دکھاتے تھے۔ جن کے پاس یہ مبارک چیزیں تھیں، وہ صاحبانِ نعمت اور حاملانِ برکت گردانے جاتے تھے۔ وہ ان مبارک و مقدس آثار نبوی کو اپنی نسلوں میں منتقل کرتے تھے اور کسی طرح ان کو خاندان سے باہر جانے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ صحابہ کرام میں سے

جن کو یہ نعمتیں حاصل نہ تھیں، وہ ان کے دیدار اور ان کے استعمال کے حصول کے لیے صاحبانِ دولت کے پاس جاتے تھے۔ ان آثارِ نبوی کی حیات طیبہ میں بھی وہی گراں قدری تھی، جیسی کہ کسی نعمتِ الٰہی کی ہوتی ہے، وہ بعد کی کوئی بدعتِ حسنہ نہیں تھی۔ ان کی قدر و قیمت اور عظمت و برکت کا حال یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات ان کے حصول و قبضے کی خواہاں رہتی تھیں۔ وہ اپنی نعمتوں کو تو ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں، دوسروں کے پاس محفوظ آثارِ مبارکہ کے حصول کی کوششیں کرتی تھیں اور کامیاب بھی ہو جاتی تھیں۔ اکابرِ صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنے مقدر و نصیب کی نعمتوں کی حفاظت کرتے، ان سے برکات حاصل کرتے اور دوسروں کو فیض یاب کرتے تھے اور ان کی منتقلی اور تبدیلی تو دور کی بات ہے، ان میں سرِ مو تغیر برداشت نہ کرتے تھے کہ نعمتِ نبوی کی صورت نہ بدل جائے۔

آثارِ نبوی اور اقدارِ صحابہ کے بارے میں متعدد دوسری چیزوں کی مانند امتِ اسلامی میں افراط و تفریط کا رویہ پیدا ہو گیا ہے، بعد کے ادوار میں بالخصوص ہمارے معاصر زمانے میں ایک تفریطی رویہ یہ ہے کہ وہ آثارِ متبرکہ کی قدر و قیمت ہی نہیں سمجھتے اور ان کے ساتھ محبت و عقیدت اور احترام و تقدیس کے رویے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ وہ نہ صرف خود محرومِ نعمت و برکت رہتے، ہیں بل کہ دوسروں کو بھی محروم کرتے ہیں، دوسری طرف افراط کے مارے طبقات و افراد ہیں، جو ان آثارِ نبوی اور برکات کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور ان کو مسجود و معبود کا درجہ دیتے ہیں، ان کے غلوئے عقیدت اور مبالغہ احترام کے ڈانڈے شرکِ خفی سے زیادہ شرکِ جلی سے مل جاتے ہیں۔ اعتدال کی راہ وہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ ہے۔

اب ہم اس عنوان کے تحت رسول اکرم ﷺ کے استعمال شدہ ملبوسات سے عقیدتِ صحابہ کا جائزہ لیں گے، آپ کے لمسِ مبارک سے فیض یاب برتنوں کا ذکر کیا جائے گا، آپ ﷺ کی جوتیوں سے عقیدت کا بیان ہو گا۔ آپ ﷺ نے جن مقامات پر ورود فرمایا تھا یا استراحت کی تھی یا قیام فرمایا تھا ان کے بارے میں صحابہ کرام کے طرزِ عمل کو اجاگر کیا جائے گا۔ جن جن کنوؤں کا پانی آپ نے نوش فرمایا تھا، ان کی زیارتِ صحابہ اور ان سے شادابی و سیری اصحاب کا بیان ہو گا۔ غرض یہ کہ آپ کے متروکات اور دوسری اشیا کے بارے میں صحابہ کرام کے رویے، طرزِ عمل اور سنت کا بیان ہو گا۔

ملبوساتِ نبوی سے عقیدتِ صحابہ کرام

رسول اکرم ﷺ کے استعمال شدہ ملبوسات اور عطا کردہ نئے لباسوں دونوں کے بارے میں احادیث

ملتی ہیں۔ استعمال شدہ ملبوسات کے باب میں صحابہ کرام کی دل چسپی اور ان کا تعامل یہ ملتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے مَس ہو کر بابرکت بن گیا ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال دوسروں کے لیے باعثِ برکت وسعادت بن جائے گا۔ یہ محض گمان یا خوش عقیدگی نہیں، بل کہ ان کا یقین محکم تھا۔ عطیے اور ہدیے میں رسولِ اکرم ﷺ کا لباس بھی اسی طرح صحابہ کرام اور صحابیاتِ طاہرات کے لیے باعث برکت وسعادت تھا کہ وہ کچھ اور نہیں، ان کے محبوب ومکرم رسول ﷺ کا عطا کردہ تھا۔ وہ تا زندگی ان کے ساتھ رہتا اور بسا اوقات ان کے ساتھ قبر میں جاتا۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک خاتونِ مکرم رسول اکرم ﷺ کے لیے اپنے ہاتھوں سے بُن کر ایک چادر لائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے ہوئے اس کا اظہار بھی کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو پہنانے کے لیے اسے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے۔ رسول اکرم کو اس کی ضرورت بھی تھی، آپ ﷺ نے اسے خوشی سے قبول فرمالیا اور باہر تشریف لائے تو وہ آپ کی ازارِ مبارک بن چکی تھی۔ حاضرینِ صحابہ میں سے ایک صاحبِ سعادت اور صاحبِ دل نے رسول اکرم ﷺ سے وہی ازارِ مبارک مانگ لی کہ مجھے پہنا دیجیے۔ رسول اکرم ﷺ نے درخواست سائل قبول فرمالی اور مجلس میں جتنی دیر مناسب سمجھا تشریف فرما رہے اور خانہ مبارک میں جا کر وہ ازار شخصِ سائل کو بھجوادی۔ لوگوں نے ان کو لعن طعن کی کہ تم نے کیوں سوال کیا، جب کہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی، تم جانتے تھے کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے، صاحب دل صحابی نے عرض کیا کہ میں نے تو اس لیے اس کی طلب کی تھی کہ وہ میرے انتقال کے دن میرا کفن بنے۔ راوی گرامی فرماتے ہیں کہ سچ مچ وہ ازارِ نبوی اس شخص کا کفن بن گئی۔

یہ سعادت تو بعد کی ہے، طلب میں بھی سعادت تھی۔ حافظ ابن اثیر نے دو اور واقعات اسی قسم کے لکھے ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس واقعے کے اصل صحابی کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۲۶)

اس حدیثِ بخاری کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے متعدد مآخذ جیسے طبرانی، محب الطبری، ابوالحسن الہیثمی، نسائی وغیرہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ازارِ نبوی کے سائل کون تھے؟ بعض کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری تھے اور بعض کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ تھے اور بعض نے ایک گم نام اعرابی کی تعیین کی ہے۔ اس تعیین وتشریح کے اختلاف کے نتیجے میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار پیش آیا تھا اور کئی صحابہ کرام اس لباسِ سعادت کے طالب رہے تھے۔ اس کا امکان ہی نہیں، بل کہ قوی امکان ہے اور ایک واقعے کے ہونے کے بعد تو صحابہ کرام کے ذوق وشوق میں اضافہ ہونا لازمی تھا۔ امام بخاریؒ اور ان کے شارحینِ کرام کو حدیث کے فقہی پہلو سے

زیادہ بحث ہے یا اس کی تشریح وتعبیر میں دوسری روایات سے۔ البتہ صاحبانِ قلب ونظر سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ صحابی موصوف نے لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب حصول برکت وسعادت کے لیے ہی کی تھی۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے ایک عزیز حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ کو بہ ذات خود اپنی قمیص کا کفن دیا تھا۔

آپ ﷺ نے ایک اور صحابی حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ثابت انصاری (ابوربیع) رضی اللہ عنہ کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی تھی۔ (۲۷)

حضرت شیماء بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ جعرانہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی محبت والی رضاعی بہن کے لیے فرطِ محبت واحترام میں اپنی چادر مبارک بچھادی اور ان کو اس پر بٹھادیا، اور ان کی تکریم کی۔

لیکن ایک صحابی مکرم کا ایک ایسا ہی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہی اعزاز واکرام کے ضمن میں لباس نبوی کے کے احترام اور صحابی مکرم کے جذبۂ عقیدت کو بیان کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھادی کہ وہ اس پر بیٹھیں، مگر صحابی موصوف نے اسے تہہ کر دیا اور رو پڑے کہ میرے قدم اس مبارک چادر پر پڑ سکتے ہیں؟ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے جذبۂ محبت اور فرطِ عقیدت دونوں کی تحسین فرمائی۔ یہ شخصیت بہت بعد میں اسلام لانے والے صحابی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ تھے کہ اپنے علاقے و قبیلے کے ایک عظیم الشان شیخ وسردار تھے، اور ان بزرگوں کا اکرام واعزاز کرنا سنت نبوی تھی۔ بعض دوسری روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ صحابی موصوف کو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی چادر پر بٹھایا تھا اور وہ بیٹھے بھی تھے اور بعد میں انہوں نے اپنا معمولِ تکریم بنالیا تھا، جیسا کہ اسد الغابہ کا بیان ہے۔ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہیں:

...... فاذا هم بجرير بن عبد الله قد طلع فجار حتى سلّم على رسول الله ﷺ ...... ثم بسط له رداء ه و قال: على ذا يا جرير فاقعد فقعد معهم

حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات دینار میں ایک حلہ رسول اکرم ﷺ کے کفن کے لیے خریدا تھا، جب اس میں آپ ﷺ کی تکفین نہیں ہوئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے کفن کے لیے بھی استعمال نہیں کیا۔ (۲۸)

لباسِ نبوی کی زیارت

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام جب ازواجِ مطہرات کی زیارت اور جستجوئے سعادت کے لیے آتے تھے تو وہ ان کو تبرکاتِ نبوی بھی دکھاتی تھیں۔ ان کے مختلف مقاصد تھے، اول یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی سادگی اور فقیرانہ زندگی کی جھلک دکھانی مقصود تھی، دوسرے مسلمانوں کو اسوۂ نبوی کی پیروی کرنے کی تاکید کرنی تھی اور تیسرے یہ بھی تھا کہ محروم لوگوں کو سعادتِ نبوی سے بہرہ ور کیا جائے، ان کے علاوہ دوسرے مقاصدِ حسنہ بھی رہے تھے۔ ان سے متعلق کئی واقعات کتبِ سیرت وحدیث میں ملتے ہیں، چند کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبُردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم کئی ساتھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں ایک مُلَبّدہ نامی سخت کھردرے کپڑے کا لباس دکھایا، جو رسول اکرم ﷺ بہ طور ازار مبارک استعمال فرمایا کرتے تھے، اس کے ساتھ دوسرا لباس بالائی بھی تھا:

اخرجت الینا عائشة کساء و ازارا غلیظا فقالت: قبض روح النبی ﷺ فی هذین (۲۹)

رسول اکرم ﷺ کے متروکہ ملبوسات کے ذکر میں یہ بیان بھی اکثر وبیشتر آتا ہے کہ زائرین کو ان کی زیارت کرائی جاتی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ غزوات میں حربی نقطۂ نظر سے مفید دیباج سے کڑھا ہوا ایک جبہ (جبة مزورة بالدیباج) استعمال فرمایا کرتے تھے۔ وفات کے بعد وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں آیا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بعد وہ ان کی بڑی بہن حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ ہوا، کیوں کہ حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت تبرک نبوی ان سے مانگ لیا تھا اور اس کو نہ صرف ایک قیمتی متاع سمجھتی تھیں، بل کہ آنے والوں اور زائرین کو اس کی زیارت بھی کراتی تھیں۔ یہ دونوں بہنوں کا زندگی بھر کا خاص معمول تھا۔ جان نثارانِ نبوی کا عالم یہ تھا کہ جن اصحاب کو اس تبرک کا پتا چلتا، وہ جوق در جوق اور شوق در شوق پروانہ وار دیدار کو آتے۔ (۳۰)

اسے حدیثِ مسلم میں جبة طیالسة کسروانیة کا نام دیا گیا ہے اور اس میں ریشم کی کڑھائی وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ دوسری تفصیلات سے قطعِ نظر حضرت اسما رضی اللہ عنہا کا بیانِ تبرک وتقدس ہمارے موجودہ مطالعے کے لیے نسخۂ شفا ہے۔ فرمایا کرتی تھیں کہ اب ہم اسے دھوتے ہیں اور لباسِ نبوی کے

دھوون کا پانی مریضوں کو پلاتے ہیں، جس سے ان کو شفا ہو جاتی ہے:

هذه كانت عند عائشة حتى قبضت، فلما قبضت قبضتها، و كان النبی ﷺ يلبسها، فنحن نغسلها للمرضى او يستشفى بها (۳۱)

رسولِ اکرم ﷺ کو بھی اپنے ملبوسات اور دوسرے استعمال شدہ ظروف وغیرہ کے باعث برکت ہونے کا یقین تھا۔ اس لیے آپ ﷺ ان کو بہ طورِ خاص اپنے چیدہ اور چہیتے صحابہ وصحابیات کو عطا فرمایا کرتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ہدایائے نبوی کے باب میں اس پر کافی بحث کی گئی ہے۔ یہاں صرف دو چار مثالیں پیش کی جارہی ہیں تا کہ دعویٰ بلا دلیل نہ رہ جائے۔

امام بخاری کتاب اللباس میں ذکر آتا ہے کہ ایک بار ہدیے میں بہت سی قبائیں آئیں اور آپ ﷺ نے ان میں سے متعدد صحابہ کرام کو عطا فرمائیں، مگر حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کو اپنی استعمال شدہ قبا ہی عطا فرمائی کہ وہ دہری نعمت والی تھی۔ صحابی موصوف نے بڑے ذوق و شوق سے زیبِ تن فرمائی۔ اس کی دوسری مثالیں اور تبرک کے آثار دوسری چیزوں کے باب میں بھی ملیں گے۔ (۳۲)

اوپر دو قمیصوں کا ذکر گزر چکا ہے، جو آپ ﷺ نے دو صحابہ کرام کے کفن کے لیے عنایت فرمائی تھیں اور غالباً اس کا سب سے اہم ثبوت اور نمائندہ واقعہ وہ ہے، جو رئیس المنافقین کے کفن کے ضمن میں آتا ہے۔

مشہور منافق، بل کہ منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی بن ؟ سلول کی موت ہوئی تو رسولِ اکرم ﷺ نے از راہِ مرحمت اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی۔ شارحین کرام اور سیرت نگاروں نے توجیہ فرمائی ہے کہ اس طرح رسولِ اکرم نے اس کا ایک احسان اتارا تھا۔ اس ظالم نے غزوۂ بدر میں حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ کی اسیری میں اپنی قمیص پہنا دی تھی کہ ان کے طولِ قامت کے سبب کسی اور کی قمیص عمِ مکرم کے جسم توانا پر صحیح نہ بیٹھتی تھی:

البس ﷺ عبد الله قميصه مكافاة لما صنع

یہ حدیث کے ایک شارح و راوی کے الفاظ ہیں، لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رئیس المنافقین کے مومن فرزند عبد اللہ نے اپنے مرحوم باپ پر رحمتِ الٰہی کے نزول کے خیال سے رسولِ اکرم ﷺ سے ایک قمیصِ نبوی کو کفن بنانے کی درخواست کی تھی، جو بارگاہِ رحمت میں قبول ہوئی۔ ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے احسان چکانے کی بنا پر یہ درخواست نہیں پیش کی تھی، بل کہ مرحوم باپ کے لیے حصول برکت کی خاطر کی تھی۔ (۳۳)

ان روایات و احادیث میں سے بعض میں یہ خاص ذکر آتا ہے کہ اس دن جسم اطہر پر دو قمیصیں

تھیں۔آپ ﷺ نے اوپر والی قمیص کفن منافق کے لیے دی تو صاحبِ ایمان وصلابت فرزند نے آپ سے اندرونی قمیص کی عطا کی درخواست کی کہ وہ جسم اطہر کا لمس زیادہ رکھتی تھی، شاید اس کی برکت سے سردارِ منافقین کے عذاب وعقاب میں کچھ کمی آجائے۔ یہ خیال وعقیدہ صحابہ کرام کا تھا اور رسولِ اکرم ﷺ بھی لمسِ نبوی کی تاثیر کے قائل تھے۔

نبوی ملبوسات کے ہدایا کے واقعات بہت ہیں اور ان میں سے بہت سے ملبوسات سے صحابہ کرام کی عقیدت اور تبرک کا ذکر بھی ملتا ہے۔ البتہ بعض میں تبرک وتقدس کا واضح ذکر نہیں آتا، لیکن ان میں بھی وہ موجود ہوتا ہے، اگر چہ بالواسطہ اور مضمر طور سے ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت اور بے کراں تعظیم کا واقعہ ایک تاریخی، سماجی، دینی اور تہذیبی حقیقت رکھتا ہے۔ جس کا انکار صرف بے بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ سے وابستہ اشیا کے ساتھ صحابہ کرام کو والہانہ عقیدت تھی۔ ان کا انکار بھی بدیہی امر واقعہ کا انکار ہے، لہٰذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن ملبوسات وغیرہ کے ہدایائے نبوی میں تبرک و تقدس کا حوالہ نہیں آتا، وہ قصورِ روایت تو ہو سکتا ہے مگر عدمِ واقعہ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام تو صحابہ کرام اور مؤمنین صادقین اور جانثارانِ نبوی تھے، معاصر غیر مسلموں نے ہدایائے نبوی کی تقدیس پہچانی تھی اور ان کو تبرک جان کر محفوظ کر رکھا تھا۔ یہ بھی ایک دل چسپ موضوعِ تحقیق ہے۔ (۳۴)

صحابہ وصحابیات میں حضرت ام خلد بنت خالد بن سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہما کو رسولِ اکرم ﷺ نے ایک منقش چادر عطا کی تھی، جسے وہ بہ طور تبرک سنبھال کر رکھتی تھیں کہ اسے عزیز سمجھتی تھیں۔ یہ چادر ان کی زرد قمیص کے علاوہ دوسرا عطیۂ نبوی تھا۔ حضرات دحیہ بن خلیفہ کلبی، صفوان بن امیہ جمحی، عباس بن مرداس سُلمی رضی اللہ عنہم اور متعدد صحابہ کرام کو ملبوسات کے ہدایائے نبوی ملے تھے۔ آخر میں صرف ایک اور چادر (بردہ) کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ تبرک وتقدس کی ایک علامت اور خلفائے اسلام کی زینت بن گئی تھی۔ غزوۂ طائف کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مشہور شاعرِ عرب حضرت کعب بن زُہَیر مُزنی رضی اللہ عنہ کو ان کے عظیم مدحیہ قصیدے کے صلے میں اپنی چادر عطا فرمائی۔ اس کی برکت ایسی ہوئی کہ وہ قصیدۂ بردہ ہی کہلاتا ہے اور عربی نعتیہ ادب کا سب سے بڑا علَم ہے۔ اس سے زیادہ دل چسپ امرِ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں خلفائے اسلام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ یا ان کے وارثین سے وہ مبارک چادر مانگ لی اور اسے قبائے خلافت بنا کر اس کی فیوض وبرکات حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھا۔ وہ اپنے عام و خاص حلقوں میں اسے خاص مواقع پر زیب تن کرتے تھے۔ مسند نشینی، جمعہ، عیدین اور دوسرے مواقع پر لباسِ نبوی ان کے تن بدن پر ضرور ہوتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہ چادر مبارک حضرت معاویہ بن ابی

سفیان اموی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ ہی کو ایک خطیر رقم دے کر حاصل کر لی تھی، جیسا کہ آثار متبرکہ کے بارے میں ان کا طریق تھا۔ (۳۵) حضرت امام بخاری کے اس باب طویل میں قابلِ ملاحظہ جملہ یہ ہے کہ اور وہ تمام آثار متبرکہ جن کا استعمال خلفا نے آپ ﷺ کے بعد کیا اور صحابہ وغیرہ نے وفاتِ نبوی کے بعد اس سے تبرک حاصل کیا:

...... و ما استعمل الخلفاء بعده...... و من شعره و لعلة و آنية مما تبرك اصحابه و غيرهم بعد وفاته (۳۶)

قمیصِ نبوی کا ایک اور واقعۂ سعادت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسالت مآب ﷺ سے وابستہ ہے۔ روایات کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دستِ مبارک سے اپنی ایک قمیص پہنائی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے محفوظ رکھا۔ وفات (۱۵ رجب ۶۰ھ/ ۷، اپریل ۶۸۰ء) کے وقت وصیت کی کہ ا کے کفن میں سب سے نیچے قمیص نبوی رہے، تا کہ وہ ان کے جسم سے متصل رہے اور اسی میں ان کو دفن کیا جائے:

و لما حضره الموت أوصىٰ ان يكفن في قميص كان رسول الله قد كساه اياه و ان يجعل مما يلي جسده

ایک اور صحابیِ مکرم کا واقعہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی ازارِ مبارک کو اپنا کفن بنایا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ قمیصِ نبوی کو کفن بنا کر اپنی مغفرت کا سامان کیا تو حضرت کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ سے بردہ مبارک خرید کر اسے خلفائے اسلام کے لیے خاص خلعتِ خلافت بنانے کی سنت قائم کر گئے، اور وہ بردہ مبارک آج بھی ترکی کے ایک میوزیم میں محفوظ ہے۔ (۳۷)

رسولِ اکرم ﷺ نے بسا اوقات اپنے آثار متبرکہ کو بہ طور علامت نبوی اور نشانِ نبوت استعمال فرمایا تھا۔ ان میں لباس، ردا، جبہ، قمیص وغیرہ، خاتم اور انگوٹھی اور نعلینِ شریفین جیسی چیزیں شامل تھیں۔ ان علائم نبوی کا استعمال بڑا اہم اور دل چسپ تھا۔ آپ ﷺ اپنے کسی نبوی اعلان کو زبان عام کرانے کے لیے اپنے خاص ایلچی کو علامتِ نبوی عطا فرماتے تھے، یا کسی شخص، بل کہ مجرم کو امان دینے کے لیے اپنی خاص نشانی دے دیتے تھے، تا کہ لوگوں کو بالعموم اور اس شخص خاص کو بالخصوص ایلچی کی بات کا یقین آ جائے۔ قرونِ وسطیٰ کا یہ ایک سماجی اور تہذیبی طریقہ رہا تھا، مگر رسول اکرم ﷺ کا طریقہ تو سنت و وحی تھا اور امت کے لیے ایک وسیلۂ یقین۔

مشہور دشمن اسلام امیہ بن خلف جمحی کے فرزند حضرت صفوان جمحی رضی اللہ عنہ کو فتحِ مکہ میں رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عمیر بن وہب بن خلف اور ان کے فرزند حضرت وہب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی طلب وسفارش پر امان دے دی، اور وہ چوں کہ جدہ فرار ہو گئے تھے، اس لیے ان کو واپس لانے اور امان مل جانے کا یقین دلانے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے بہ اختلافِ روایات اپنی چادر یا بردہ یا عمامۂ خاص عطا فرمایا، تاکہ ان کو یقین آجائے کہ امان مل گئی ہے اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اسی علامت نبوت کا یقین کر کے واپس مکہ آئے اور مسلمان بعد میں ہوئے:

و بعث الیه بردائه أو بردة له و قیل بعمامة التی دخل بها مکة اماناله ......(۳۸)

اسی طرح حضرت عکرمہ بن ابی جہل مخزومی رضی اللہ عنہ بھی فرار ہو کر یمن چلے گئے تھے، ان کی اہلیہ حضرت ام الحکیم بنت حارث بن ہشام مخزومی رضی اللہ عنہا اسی طرح اپنے شوہر کو ایک امانِ نبوی کے ذریعے واپس خدمتِ گرامی میں لائی تھیں:

سارت الیه و هو بالیمن بامانِ رسول الله ﷺ (۳۹)

نعلینِ شریفین

اطراف سیرت پر لکھنے والے اہل قلم وعلم نے رسول اکرم ﷺ کے نعلین شریفین پر بھی متعدد رسائل لکھے ہیں۔ ان میں حافظ سیوطی، ابن عساکر، احمد بن محمد المقری، احمد سلیمانی زادہ طرابلسی اور یوسف بن اسمٰعیل نبہانی وغیرہ شامل ہیں۔ مقری اور نبہانی کے رسائل چھپ گئے ہیں۔ عام کتب حدیث وسیرت میں آپ کے نعلین شریفین کا ذکر خیر خوب ملتا ہے اور ان میں سے بعض روایات بہت معنی خیز بھی ہیں۔ (۴۰) ان میں سے ایک حدیث امام مسلم نے بیان کی ہے، جو نعلین شریفین کو علامتِ نبوت کے طور پر پیش کرتی اور احترام کا تقاضا کرتی ہے۔

ایک موقع پر رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی مجلس خاص سے کسی ضرورت کے تحت مراجعت فرمائی اور دیر تک واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے بنو النجار کے ایک باغ میں پایا اور آپ ﷺ سے قبل حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی، ان کے ہاتھ میں نعلین شریفین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے نعلین شریفین ہیں اور آپ ﷺ نے

ان کو دے کر مجھے بھیجا ہے کہ اس احاطۂ باغ کے باہر جو بھی سچا مومن ملے، اسے جنت کی خوش خبری دے دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکیمانہ انداز سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس خدمتِ نبوی میں پہنچایا اور اعلانِ بشارت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض معروض کر کے رکوا دیا کہ لوگ اس بشارت کے بعد ایمانِ محض پر تکیہ کرلیں گے اور عمل سے کورے رہ جائیں گے۔

محدثین کرام اور شارحین عظام نے اس حدیث شریف کی تشریح و تعبیر میں بڑی مفصل و مدلل بحثیں کی ہیں۔ دوسرے مباحث سے قطعِ نظر یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے وحی پر مبنی اعلانِ بشارت کے لیے ایلچی کو اپنے جوتے عطا فرمائے تھے، تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ ایلچی کا صرف اعلان نہیں، بل کہ فرمانِ نبوی کا اشتہار و اعلان ہے۔ نعلین شریفین کو بہ طورِ علامتِ نبوی استعمال کیا گیا تھا، جس کی اہمیت کا اندازہ اور جس کی تقدیس کا یقین کیا جا سکتا ہے۔(۴۱)

یہی شرف، عظمت اور تقدیس تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''خاصف النعل'' (جوتے کا معمار) کا لقب ملا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نعلین شریفین کی مرمت کیا کرتے تھے:

و کان علیؓ یخصف نعل رسول اللہ ﷺ

دوسرے صحابہ کو ان کو اٹھانے کا شرف ملا تھا۔(۴۲)

روایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے سامنے کسی نے جوتے پیش کرتے ہوئے بتایا کہ وہ نعلینِ نبوی ہیں۔ خلیفۂ وقت نے احترام میں ان کو اپنے سرِ عزیز پر رکھ لیا۔ کسی صاحبِ علم نے توجہ دلائی کہ مدعی کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ خلیفہ گرامی نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ دعویٰ جھوٹا ہے، مگر نسبت تو رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف دی گئی ہے، اس نسبت کا تقاضا ہے کہ ان کو سر پر جگہ دی جائے۔ اس روایت کے مآخذ و استناد سے زیادہ توجہ طلب اس جذب و عقیدت نبوی کا عنصر ہے، جو دل مسلم میں بستا ہے اور وہ مقام نبوت کے عرفان و دفاع پر اکساتا ہے۔

پیالۂ نبوی

کھانے پینے کے ظروف میں بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے اپنے ذاتی پیالوں کا ذکر بہت سی احادیث و روایات میں ملتا ہے۔ ازواج مطہرات اور دوسرے عزیزانِ نبوی نے ان میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کھایا پیا تھا اور دوسرے بعض صحابہ نے بھی یہ شرف پایا تھا۔ ان ظروفِ نبوی کو سنبھال کر رکھا گیا تھا۔ عہد نبوی میں بھی برکت کے لیے ان سے دوسرے لوگ کھاتے پیتے تھے اور شاد کام ہوتے تھے اور

رسول اکرم ﷺ کے بعد تو ان کی مبارک حیثیت بہت بڑھ گئی تھی۔ لہٰذا بہ طور تبرک ان سے زائرین کو کھلایا پلایا جاتا تھا۔ اس کے متعدد واقعات کا ذکر کتبِ حدیث و سیرت میں ملتا ہے اور بعض نے تو ان پر خاص ابواب اور فصول بھی باندھی ہیں۔ (۴۳)

ظروفِ نبوی سے زیادہ ان پیالوں اور برتنوں کی اہمیت و عظمت تھی، جن کے مالک تو دوسرے صحابہ کرام تھے، لیکن ان سب میں کبھی رسول اکرم ﷺ نے کھایا پیا تھا۔ ان کے مالکانِ سعید ان کو سنبھال کر رکھتے تھے اور اپنے اصحاب اور دوسرے مسلمانوں کو بلا بلا کر ان سے پلاتے کھلاتے تھے۔ زائرین اور اہل ایمان کے لیے یہ جملہ بڑا پرکشش تھا کہ ''کیا تمہیں اس پیالے سے نہ پلاؤں جس سے کبھی رسول اکرم ﷺ نے نوش فرمایا تھا''۔ عقیدت مند اور جاں نثار صحابہ اور اہل ایمان ان میں نہ صرف کھاتے پیتے تھے، بل کہ اس خاص جگہ سے نوش کرنے کی کوشش کرتے تھے، جہاں لب ہائے نبوی نے مَس کیا تھا کہ خاص موقع و مقامِ برکت و سعادت تو وہی تھا۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس سے رسول اکرم ﷺ نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں فرمائش کر کے شربت نوش فرمایا تھا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اس سے اپنے دوستوں کو یہ کہہ کر پلاتے تھے کہ اس سے رسول اکرم ﷺ نے نوش کیا تھا، یہ ان کا عمر بھر کا وطیرہ رہا، حتیٰ کہ اموی خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (م ۱۰۱/ ۷۲۰) نے اس پیالے کو ان سے مانگ لیا:

ثم استوهبه عمر بن عبد العزيز بعد ذلك فوهبه له (۴۴)

اس حدیث کے باب ''باب الشرب من قدح النبی ﷺ وآنیۃ'' کے ترجمۃ الباب میں حضرت امام نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل حضرت ابوبُردہ سے نقل کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک ایسا ہی پیالہ/ قدحہ تھا، جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کچھ نوش فرمایا تھا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبُردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر دعوت دی تھی کہ کیا میں تمہیں اس پیالے میں نہ پلاؤں، جس سے رسول اکرم ﷺ نے پیا تھا:

ألا اسقيك فى قدح شرب النبى ﷺ فيه

البتہ کتاب الاعتصام میں بہ قول ابن حجر یہ روایت موصول و مرفوع آئی ہے۔ (۴۵) انہوں نے قدحِ نبوی کا ہدیہ ان کی امارتِ مدینہ کا واقعہ بتایا ہے۔

امام بخاریؒ کے اس معنی خیز باب میں ایک اور اسی معنیٰ الفت کی حدیث حضرت عاصم الاحولؒ سے

مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کا پیالہ (قدح) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا، وہ ٹوٹ گیا تھا، لہٰذا اسے چاندی کے تاروں سے باندھ دیا گیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس پیالے سے رسولِ اکرم ﷺ کو اتنی اتنی مرتبہ پلایا ہے۔ اس پر حضرت ابن سیرینؒ کا تبصرہ ہے کہ اس میں ایک لوہے کا کڑا لگا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں۔ حضرت ابوطلحہ صحابی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ کسی چیز کو جو رسول اکرم ﷺ نے خود کی ہو، اسے ہرگز نہ بدلنا اور ان کی ہدایت پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ شارح ابن حجر عسقلانیؒ نے بابِ بخاری میں لکھا ہے کہ یہ اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے تھا: ''ای تبرکاً بہ'' حافظ ابن حجرؒ نے دوسرے فقہی اور تشریحی تفصیلات کے علاوہ اس تبرک پر بھی خاصا کلام کیا ہے۔ اس میں آثارِ صالحین سے تبرک کا اظہار سب سے زیادہ اہم ہے۔ حافظ موصوف نے رسول اکرم ﷺ کے قدح / پیالے سے دوسرے بزرگوں کے فیض یاب ہونے کے واقعات کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کے لیے دوسرے مآخذ کا حوالہ دیا ہے۔

ان کی بعض تفصیلات ہمارے نقطۂ نظر سے کافی اہم ہیں کہ وہ تبرکاتِ نبوی کے بارے میں اکابر صحابہ اور محدثین و تابعین کے طرزِ عمل کو سامنے لاتی ہیں۔ ان سے عقیدت و محبت نبوی کا اندازہ ہوتا ہی ہے، اس طرح نسل در نسل تسلسل و انتقال کا بھی ہوتا ہے۔

حضرت حافظ ابونعیمؒ نے علی بن حسن بن شفیق بن ابی حمزہؒ کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ والا پیالہ دیکھا تھا اور اس سے پیا بھی تھا:

و انا رأیت القدح و شربت منه

امام قرطبیؒ نے اپنی مختصر البخاری میں ذکر کیا ہے کہ میں نے صحیح بخاری کے بعض قدیم نسخوں میں حضرت امامؒ کا قول دیکھا ہے کہ میں نے یہ پیالہ بصرہ میں دیکھا تھا اور اس سے سیراب بھی ہوا تھا، اس کو حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی میراث سے آٹھ لاکھ میں خریدا گیا تھا:

قال ابو عبد الله البخاری: رأیت هذا القدح بالبصرة، و شربت منه، و کان اشتریٰ من میراث النضر بن انس بثمان مائة الف

اس پیالے کے ٹوٹنے اور اسے چاندی کے تاروں سے باندھنے کے بارے میں دوسرے مآخذ جیسے بیہقی، مسند احمد سے یا وضاحت کی ہے کہ اس کو جوڑنے کا کام حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، جیسا کہ سیاقِ حدیث بتاتا ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب کا کام بہ نفس نفیس رسول اکرم ﷺ نے

فرمایا تھا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایتِ مسلم سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پیالے سے رسول اکرم ﷺ کو ہر طرح کا مشروب، شہد، دودھ، نبیذ اور پانی پلایا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی بقیہ بحث فقہی اختلاف اور موشگافی پر مشتمل ہے، جس سے سردست ہمیں بحث نہیں ہے۔ (۴۶)

سریر و تخت سے عقیدت

ہجرتِ مدینہ منورہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آسائش و آرام کے لیے حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی رضی اللہ عنہ نے ایک عمدہ تخت آپ ﷺ کے سونے، لیٹنے اور استراحت کے لیے بھیج دیا۔ وہ تا زندگی آپ ﷺ کے استعمال میں رہا تھا۔ اس کا ایک دل چسپ سماجی منظر بھی ہے۔ قریش بہ قولِ بلاذری تخت پر سونا سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، اس لیے وہ مکے میں زیادہ استعمال ہوتے تھے، مدینہ منورہ میں تخت/سریر کا رواج بہت کم تھا، غالباً بہت مال دار حضرات ہی اسے استعمال کرتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں قیام کرنے کے بعد اسی کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ان کا جواب نفی میں تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک بہت عمدہ تخت (سریر) خدمتِ گرامی میں بھیجا۔ آپ ﷺ اسی پر سوتے اور استراحت فرماتے تھے۔ اسی پر آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور اسی کے نیچے قبر شریف بنائی گئی اور اسی پر آپ کا جنازہ رکھا گیا اور لوگوں نے فرداً فرداً اسی کے آگے نماز جنازہ پڑھی۔ بعد میں یہ تختِ نبوی مایۂ برکت بن گیا، حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے جنازے اسی پر اٹھائے گئے، یہ خالص برکت کے حصول کے لیے تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے برکت حاصل کرنے کا موقع ان کے قاتلوں نے نہیں دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تدفین کوفے میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں بہ ہر حال اسے ''اسلامی تختِ برکت'' کی حیثیت حاصل ہوگئی اور بالعموم اسی پر تمام لوگوں کے جنازے اٹھائے جاتے رہے، تا کہ ان پر آخری منزلِ دنیا تک جانے والوں کو سریرِ نبوی سے برکت حاصل ہو اور ان کی اخروی منزل آسان ہو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان بن حکم اموی رضی اللہ عنہ نے غالباً اپنی امارتِ مدینہ کے زمانے میں ہر کس و ناکس کے استعمال کے لیے اس پر روک لگا دی تھی اور وہ صرف خلفائے کرام یا ان کے اکابر و عمال اور صحابہ ہی کے لیے خاص کر دیا گیا تھا۔ واقدی کی روایت ہے کہ بعد میں عبداللہ بن اسحاق

اسحاقؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے موالی سے اس کے تختے چار ہزار درہم میں خرید لیے تھے۔ اس پر ان کے اصحاب کا اجماع ہے:

فطلبه الناس منا يحملون موتاهم عليه، فحمل عليه ابو بكر و عمر، و الناس طلباً لبركته..... (۴۷)

وكان سرير ينام عليه، قوائمه من ساج، بعث به اليه اسعد بن زرارة، فكان الناس بعده يستحملون عليه موتاهم بتركا بُه (۴۸)

عہد نبوی میں تمدن کے مبحث گھریلو اسباب میں سریر (تخت) پر بحث بہت مفصل آئی ہے اور اس کے متعدد مآخذ کا ذکر بھی موجود ہے۔ تخت کے علاوہ آپ ﷺ کی گھریلو چیزیں، جیسے چٹائی، بوریہ، بستر، سونے اور اوڑھنے کی چادروں، اور متعدد برتنوں وغیرہ کا بھی خاصا مفصل بیان ہے۔ ان میں سے اکثر اشیائے ضرورت سے تبرک حاصل کرنے کا واضح ذکر نہیں ملتا، لیکن یہ بات بہ ہر حال اس بیان میں مضمر و موجود ہے۔

دیگر آثارِ متبرکہ

امام بخاریؒ نے بہ قول مولانا شبلی/سلیمان ندوی آثار متبرکہ پر جو خاص باب کتاب فرض الخمس میں باندھا ہے، اس میں چند آثار متبرکہ اور اشیائے نبوی کا ذکر کیا ہے۔ بالترتیب وہ یہ ہیں: درع النبی ﷺ (زرہ نبوی)، عصائے نبوی، تلوارِ نبوی، پیالۂ نبوی، خاتمِ (انگوٹھی) نبوی، ان کے علاوہ آپ ﷺ کے موئے مبارک، نعلین شریفین اور برتنوں کا ذکر کیا ہے، جن سے صحابہ کرام وغیرہ وفاتِ نبوی کے بعد تبرک حاصل کرتے تھے۔ ان میں سے موئے مبارک کا آپ ﷺ کے جسمانی آثار متبرکہ میں ذکر آتا ہے اور بقیہ میں کئی ایک کا اوپر ان کے عناوین کے ساتھ مفصل بیان آچکا ہے۔ باقی رہے عصا، تلوار، زرہ اور خاتم تو ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

خاتمِ نبوی

باب مذکورہ کا آغاز اسی اثرِ مبارک سے متعلق حدیث بخاری سے ہوتا ہے۔ (۴۹) جس کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی خاتم مبارک خلفائے کرام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس سے انہوں نے مہر لگا کر اپنا نامۂ خلافت دے کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ صحیح کے اس باب میں دوسری روایت اس کے متعلق نہیں بیان ہوئی۔ البتہ

دوسری روایت و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تھی اور ان ہی کے عہدِ خلافت کے بالکل اواخر میں وہ بئر اریس نامی کنوئیں میں گر کر ہمیشہ کے لیے کھو گئی تھی۔ مولانا شبلیؒ نے ان کے عہد میں کھونے کا ذکر ضرور کیا ہے، لیکن اس کے اسباب اور حکمتوں وغیرہ کا ذکر نہیں کیا، البتہ دوسرے اہل علم نے کہا ہے۔ اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خلافتِ خاصہ نبویہ کا اختتام ہوتا ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ کا خیال ہے۔ حضرت شاہؒ صاحب نے اس نازک و اہم معاملے پر متعدد مقامات پر بحث کی ہے اور ان میں ازالۃ الخفاء کی بحث خلافت خاصہ اہم ترین ہے۔ احادیث و روایات سیرت و تاریخ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جب صحابہ کرام کے مشورے پر مہر لگانے کے لیے طلائی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرام میں سے بہت سے اکابر نے بھی بنوالی۔ آپ ﷺ نے سونے کی جگہ چاندی کی انگوٹھی بنوالی اور اس کو ترجیح دی۔ صحابہ کرام نے بھی وہی کیا اور یہ سب خالص اتباعِ سنت میں کیا گیا تھا، حال آں کہ صحابہ کرام کو سرکاری فرامین و دستاویزات پر مہر لگانے کی ضرورت درپیش نہیں تھی۔ بعض صحابہ، اکابر صحابہ نے طلائی خاتم کا استعمال اس کے بعد بھی جاری رکھا۔(۵۰)

عصائے نبوی

عصائے نبوی کے لیے حدیث میں ''مِحجن'' کا لفظ بھی آتا ہے۔ ''مخصرۃ'' کا بھی اور ان سے مراد عصا ہی ہے، جو بہ قول ابن حجرؒ ایک بڑا ڈنڈا تھا، جس پر ایک بڑا آدمی ٹیک لگاتا ہے اور وہ یا اس کا تنا شوحط سے بنا تھا:

وكان قضيبه من شوحط

دوسرے لفظ ''مِحجن'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ اس کے ذریعے رکن کا کبھی کبھی استلام کیا کرتے تھے:

انه ﷺ كان يستلم الركن بمحجن

جب کہ مخصرہ نامی عصا کے بارے میں حدیث آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس سے زمین میں نشان لگاتے یا کریدتے تھے:

انه ﷺ جعل ينكت بها في الارض

وہ عصائے مبارک خلفائے کرام کو آپ ﷺ کے بعد ملا، تا آں کہ خلافتِ عثمانی میں حضرت جہجاہ غفاری رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ ڈالا:

و كانت عند الخلفاء بعده حتى كسرها جهجاه الغفاري في زمن عثمان

حضرت حافظ ابن حجرؒ نے اور مولانا شبلی نعمانی دونوں نے اس کسر وانکسارِ عصا کے بارے میں مزید تفصیل نہیں لکھی۔ وہ ابھی تحقیق طلب ہے، جس کا یہ مقام نہیں ہے۔ (۵۱)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ایک عصائے مبارک خلفائے راشدین کے بعد ان کے اموی اور عباسی جانشینوں کو ملا تھا۔ غالباً وہ عصائے نبوی تھا، جس پر آپ ﷺ ٹیک لگا کر نماز کا خطبہ یا عام خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جانشین خلفائے کرام نے اس عصائے مبارک کو اس کی سنتِ خطاب کے ساتھ زندہ رکھا تھا۔ اس عصائے مبارک کے بعض میوزیم میں پائے جانے کا ذکر ملتا ہے۔

تلوار۔ ذوالفقار

آثار متبرکہ پر خاص باب بخاری میں رسول اکرم ﷺ کی تلوار ذوالفقار سے متعلق ایک حدیث بخاری ہے۔ (۵۲) اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ نوفلی رضی اللہ عنہ نے حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے خلیفۂ وقت یزید بن معاویہ اموی کے پاس مراجعت کے وقت درخواست کی کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی تلوار ذوالفقار ان کے سپرد کریں، تاکہ ''قوم'' ان سے اسے چھین نہ سکے۔ ممکن ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے وہ لے لی جائے۔ حدیث کا بقیہ حصے کا تلوار کی بہ جائے کسی دوسرے واقعے سے تعلق ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی شرح میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ان کے مطابق حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس تلوارِ نبوی کی حفاظت کی غرض سے اس کو ایک ایسے شخص کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا تھا، جو اس کی قدر و قیمت پہچانے ہی نہیں، بل کہ اس کی قوم سے حفاظت بھی کر سکے۔ ذوالفقار نامی یہ تلوار رسول اکرم ﷺ کو غزوۂ بدر میں بہ طور نفل/صفی ملی تھی جو اصلاً ابو جہل مخزومی کی ملکیت رہی تھی۔ اس تلوار کے بارے میں غزوۂ اُحد میں آپ نے رویائے صادقہ دیکھا تھا۔ بہ ہر حال وہ تلوار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ہدیہ کر دی تھی، جیسا کہ صفایا/نوافل کے بارے میں آپ کا طریقہ تھا۔ وہ تا زندگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، ان کے بعد غالباً وہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ملی تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نصیب میں آئی اور ان سے حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ورثے میں پہنچی۔ حدیث اس زمانے تک اس کے منتقل ہونے کی بات بیان کرتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، مولانا شبلی نعمانی اور دوسرے شارحین اور اہل علم نے اسی پر اکتفا کی ہے۔(۵۳)

شبلی نعمانیؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کے چھن جانے کے خوف سے اپنی تحویل میں لینے کی بات حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی ہے اور یہی سیاق حدیث بھی ہے۔ اگر وہ قوم/خلیفہ اموی کے پاس چلی جاتی تو کیا محفوظ رہتی؟ جیسے کہ بعض دوسرے آثار متبرکہ ان کے پاس پہنچے تھے اور محفوظ ہی نہیں برقرار رہے، اور نسل در نسل خلفائے کرام میں منتقل ہوتے رہے تھے۔ بہ ہر حال بہ قول سلیمان ندویؒ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وہ ایثار گوارا نہ کیا اور یادگار نبوی اپنے پاس ہی رکھی اور وہ غالباً ان کے خاندان میں وراثت میں ایک نسل سے دوسری نسل کو ملتی رہی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دوسری تلواروں کا بھی ذکر ملتا ہے، جو وفات کے وقت تک آپ ﷺ کے پاس ہی تھیں۔ ان کے ترکے میں خلفائے راشدین کے پاس محفوظ ہونے کا اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ ترکہ نبوی کا اسلامی اصول ہے۔(۵۴)

مقاماتِ نبوی کی زیاراتِ صحابہ

عرب بالخصوص مکے، مدینے اور ان کے درمیانی علاقوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مراحلِ حیات میں تنہا یا مسلمانوں کے ساتھ گزرے تھے، کہیں قیام فرمایا تھا، کہیں پڑاؤ ڈالا تھا، کسی جگہ نمازیں پڑھی تھیں، کسی مقام پر آرام فرمایا تھا، بعض مقامات پر بول و براز کیا تھا۔ ان تمام مقامات میں وہ شامل نہیں، جہاں آپ ﷺ نے کسی دینی حکم وضرورت سے قیام کیا تھا۔ یہ سب آپ کے بشری تقاضوں اور عام ضرورتوں کے تحت مقاماتِ نزول و زیارت بنے تھے، لیکن ان سے آپ کی نسبت کافی تھی۔ صحابہ کرام اور صحابیاتِ طاہرات کا گزران مقاماتِ نبوی سے ہوتا تو وہاں ضرور وہ کام کرتے، جو آپ ﷺ نے کیا تھا اور کچھ نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں یاد کرتے، آپ ﷺ کے ساتھ وہاں قیام و نزول کا واقعہ یاد کرتے اور جذبہ احسان شناسی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے تھے۔ اس کو صحابہ کرام کی سنتِ متواترہ اور مستقل تعامل کہا جا سکتا ہے۔

اس بابِ محبت وعقیدت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فنا کا درجۂ خاص اور مرتبت عالیہ

رکھتے تھے۔ وہ اپنے اسفار اور ان تمام مقاماتِ نبوت پر ضرور نزول فرماتے اور رسول اکرم ﷺ کا وہ عمل خاص ضرور دہراتے تھے۔ (۵۵) ان ہی بیانات کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دہرایا۔ مکے و مدینے کے درمیان ایک درخت کے نیچے قیلولہ کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے کیا تھا، اسی طرح اسوۂ نبوی میں محلول الازار ہوتے تھے:

...... عن مجاهد: كنت اسافر مع ابن عمر فى سفر فجادعنه فسئل لم فعلت، قال: رأيت رسول الله فعل هذا ففعلت

...... انه كان يأتي شجرة بين مكة و المدينة فيقيل تحتها و يخبر أن النبى ﷺ كان يفعل ذلك

عن زيد بن اسلام: رأيت ابن عمر محلول الازار و قال: رأيت رسول الله ﷺ محلول الأزار

یہ روایات امام احمد اور امام بزار سے نقل کی گئی ہیں اور ان سب کی سند جید بتائی گئی ہے۔

دیگر صحابہ و صحابیات کا عملِ محبت کچھ کم نہیں تھا۔ ان کے تعاملِ زیارات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

حضرت اسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما جب بھی مقامِ حجون سے گزرتیں تو وہاں قیام کرتی تھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں اپنے نزول کا واقعہ یاد کرتیں اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتیں۔ ان کا یہ عمل مدتوں تک جاری رہا تھا۔ (۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مقامات و مناسک حج کے باب میں ایسے بعض مقامات نبوی کا ذکر صراحت سے کیا ہے اور ان کو بشری قرار دیا ہے، یعنی وہ دینی مقامات حج و عمرہ نہ تھے اور بعض لوگوں کے قیام و نزول سے ان کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی، جس کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دور کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محصب نامی وادی یا مقام کو سہولت کی منزل نبوی کہا ہے، وہ مناسک حج میں نہیں ہے:

ليس المحصب بشئ، انما هو منزل نزلهٔ رسول الله ﷺ

حافظ ابن حجر نے اس کو بہ ہر حال نزول مستحب قرار دیا ہے اور صحابہ کرام وہاں ضرور قیام کرتے تھے۔ (۵۷)

زرہ نبوی

مذکورہ بالا باب بخاری میں رسول اکرم ﷺ کے آثار متبرکہ میں ایک درع / زرہ کا بھی ذکر ہے، لیکن اس کے بارے میں حضرت امام نے کوئی حدیث نقل نہیں کی، جیسے کہ انہوں نے خاتم، نعلین شریفین، کسائے مُلبّد (لباس خستہ)، قدح / پیالہ، تلوار اور کتاب نبوی کے بارے میں احادیث بالترتیب نقل کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ غالباً اس سے حضرت امام کی مراد وہ زرہ ہے، جو وفات نبوی کے وقت ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی اور جس کا ذکر ایک حدیث عائشہ میں آتا ہے:

انه ﷺ توفی و درعه مرهونة

اس کے بعد حافظ موصوف نے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ اس زرۂ نبوی کا کیا ہوا اور اس سے تبرک کی کیا صورت تھی؟ (۵۸)

دیگر کتب سیرت و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غزواتِ بنی قینقاع وغیرہ میں کم از کم تین زرہیں (دروع) پائی تھیں، غنیمت میں یا بہ طور صفی اور اسی طرح تین نیزے (ارماح) بھی بنو قینقاع کے غزوے سے ملے تھے، ان کے علاوہ بعض سلاح، اسلحے اور سامانِ حرب و جہاد، جیسے خود (مغفر) وغیرہ بھی تھے، جو آپ ﷺ کے حصے میں آئے تھے۔ بہ ظاہر ان کا صحابہ کرام کے درمیان تقسیم ہونا مذکور نہیں ہے، ممکن ہے کہ وہ ہدیہ کر دیے ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس بہ طور ترکہ آئے تھے۔ بہ ہر حال وہ صحابہ کرام کے پاس تھے اور غالباً ان کا وہی مقام و مرتبہ تھا جو ذوالفقار کا تھا۔ (۵۹)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے سے تبرک حاصل کرنے کے خیال و نظریے کو تقویت عنزۂ نبوی سے ملتی ہے۔ روایات کے مطابق رسول اکرم ﷺ کے پاس کئی چھوٹے نیزے تھے، جو آپ کو ہدیے میں ملے تھے، یا بہ طورِ غنیمت ہاتھ آئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کر دیا تھا اور تیسرا اپنے پاس رکھا تھا، وہ اسفار و غزوات کے دوران ساتھ لے جاتے تھے اور نماز کے وقت بہ طور سترہ اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ عیدین کے موقع پر بھی وہ امام کے آگے بہ طور سترہ لگایا جاتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے افسرِ حمل و نقل تھے۔ وفاتِ نبوی کے بعد وہ خلفائے و امرائے وقت کے پاس آیا اور اسی طرح اس کے افسر مقرر ہوئے اور وہ خلفائے وقت کے سامنے نماز کے وقت لگاتے تھے۔ خلیفہ عباسی متوکل کے زمانے تک اس کے اس استعمال کا ذکر مؤرخ بلاذری نے کیا ہے، جنہوں نے اسے سامرا میں لگائے ہوئے دیکھا تھا۔ (۶۰)

کنوئیں اور ان کے پانی سے حصولِ برکت

اپنی طویل کی حیات طیبہ میں بھی اور مختصر مدنی زندگی میں بھی رسول اکرم ﷺ نے متعدد کنوؤں سے پانی پیا تھا۔ متعدد سیرت نگاروں اور محدثین کرام نے ان کنوؤں کے ذکر خیر کے لیے خاص ابواب اور فصول باندھی ہیں اور آپ ﷺ کے ان سے لطف اندوز ہونے کے واقعات بیان کیے ہیں۔ عام کتب حدیث و سیرت کے مختلف دوسرے ابواب میں بھی ان مختلف کنوؤں سے پانی پینے اور ان میں سے بعض کے خاص طور سے پسند خاطر ہونے کا ذکر ان تمام عام و خاص روایات میں ملتا ہے۔ صحابہ کرام بہ طورِ خاص ان کنوؤں پر جاتے تھے اور ان کے پانی سے سیراب ہوتے اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی محبت بھری پیروی کرتے تھے۔

ان کنوؤں میں مکہ مکرمہ کے مشہور و مقدس زمزم کے علاوہ متعدد کنوئیں شامل تھے، جن کو قبائل قریش نے ایام جاہلی میں کھودا تھا۔ امام ابن اسحاق وغیرہ نے جہاں زمزم کی بازیافت پر ایک باب باندھا ہے، وہاں قریشی قبائل کے کنوؤں اور ان کے کھودنے والوں کا ذکر ایک الگ باب میں کیا ہے۔ محدثین کرام نے بھی ان میں سے بعض یا متعدد کا ذکر بہ راہِ راست اور بالواسطہ کر کے کچھ تفصیل بھی دی ہے۔

مدینہ منورہ کے کنوؤں میں سے بئر رومہ اور بئر اریس وغیرہ کا ذکر دونوں قسم کی کتب اور ان کی روایات میں خوب خوب آتا ہے۔ ان میں سے بئر رومہ کے پانی سے رسول اکرم ﷺ کے سیراب ہونے اور اس کے پانی کو پسند کرنے کا ذکر خاص طور سے روایات میں ملتا ہے۔ صحابہ کرام اور بعد کے سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ وہ ان کنوؤں کے پانی سے اپنی پیاس بجھانے سے زیادہ محبت نبوی میں جایا کرتے تھے، آج بھی مکے و مدینے کے زائرین کرام کو ان کنوؤں کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور بسا اوقات ان کی زیارت کرائی اور ان کا پانی پلایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق، ابن ہشام اور بلاذری وغیرہ کے ہاں ان کنوؤں کے نام ملتے ہیں۔ (۶۱) بئر ابی الہیثم، بئر انس، بئر مالک بن النضر، بئر بضاعہ، بئر بیوت السقیاء، بئر جاسم، بئر رومہ، بئر سعد بن خثیمہ، بئر العبیر ہ، بئر العسیر ہ، بئر غرس، بئر معونہ اور بئر السیر ہ۔ یہ سب کے سب مدنی کنوئیں تھے۔ مؤرخ نے اس فصل کا عنوان ہی بہت معنی خیز رکھا ہے:

ذکر البئار التی کان یستعذب رسول اللہ ﷺ منہا الماء

ان کنوؤں سے پانی رسول اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات کے گھروں کو لانے کا نظام قائم تھا اور اس کے متعدد سرکاری اور رضا کار کارکن بھی تھے۔

بئر بضاعہ کے بارے میں بلاذری کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے ڈول کے اندر ہی

وضو فرمایا، پھر اس کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ دوبارہ ڈول میں کلی فرمائی اور لعاب دہن پانی میں ملا دیا اور پھر اس کا پانی خود آپ ﷺ نے نوش کیا، جب کوئی شخص مریض ہو جاتا تو آپ فرماتے کہ اسے بضاعہ کے کنوئیں کے پانی سے نہلاؤ، وہ نہاتا یا نہلایا جاتا تو فوراً شفایاب ہوتا۔ (۶۲)

پسینے سے برکت

خصائص نبوی میں متعدد بزرگوں نے پوری پوری کتابیں لکھی ہیں اور جامع سیرت نگاروں نے ان پر ابواب قائم کیے ہیں۔ ان خصائص میں سے متعدد کا تعلق رسول اکرم ﷺ کے بشری جسم و بدن سے تھا، جو دوسرے لوگوں سے اسے ممتاز کرتا ہے۔ پھر فطری بات اور منطقی دلیل بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لاکھ انسانوں اور بشر ہوں بہ ہر حال ایک رسولِ مکرم اور وہ بھی خاتم النبیین اور سید المرسلین کا جسم اطہر لے کر مبعوث ہوئے تھے، لہٰذا اس کی امتیازی صفات بھی ہونی لازمی تھیں۔ ظاہر ہے کہ احسن تقویم کا بلند ترین معیار و مقام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اس کے نتیجے میں آپ ﷺ کے جسم اطہر کی بعض بشری چیزیں بھی معیاری اور بلند تر تھیں۔ ان میں سے ایک رسول اکرم ﷺ کا پسینہ تھا۔ روایات سیرت اور احادیث شریف ثابت کرتی ہیں کہ وہ عام انسانی پسینہ نہیں ہوتا تھا، وہ خاص مزاج و کیفیت کا حامل، خوش بودار اور فیض رساں ہوتا تھا اور اس کی صحیح قدر و قیمت صحابہ کرام کو معلوم تھی کہ ان کو وہ نعمت حاصل تھی۔ امام مسلم کی ایک روایت وضاحت کرتی ہے:

> آپ کے پسینے میں ایک طرح کی خوش بو تھی...... حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ کا پسینہ موتی معلوم ہوتا ہے اور مشک وعنبر میں بھی آپ کے بدن سے زیادہ خوش بو نہ تھی۔ (۶۳)

مشہور صحابیہ حضرت اُم سُلیم بنت ملحان خزرجی انصاری رضی اللہ عنہا مشہور صحابی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، خادم خاص کی والدہ ماجدہ تھیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کے ہاں اور ان کی بہن حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہما کے گھر جو قبا میں تھا، ضرور اور برابر تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں آپ ﷺ دوپہر اور کبھی کبھی دوسرے اوقات میں قیلولہ فرماتے اور قیام وطعام کرتے تھے، حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے آرام واستراحت کے لیے ایک خاص چمڑے کا گدا بنایا تھا۔ آپ ﷺ اس پر استراحت فرماتے تو گرمی سے پسینہ نکل آتا اور وہ بستر، گدے کے کناروں پر جمع ہو جاتا۔ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا اسے قطرہ قطرہ ایک شیشی میں جمع کر لیا کرتی تھیں، ایک دن یہ دولت بے بہا جمع کر رہی تھیں کہ آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، استفسار فرمایا: یہ کیا

کررہی ہو؟ عرض کیا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے، جو تمام عطروں سے زیادہ خوش بودار ہوتا ہے، ہم اسے اپنے عطروں میں بھی ملا لیتے ہیں کہ ان کی خوش بو ہم رنگ و بوئے نبوی ہو جائے اور اس سے ہم بچوں کے لیے برکت حاصل کرنے کا کام بھی لیتے ہیں، یعنی وہ اسے پانی میں ملا کر بچوں کو استعمال کراتی تھیں۔ (۶۴)

حضرت اُمّ سُلیم بنت ملحان خزرجی رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک کپی میں رسول اکرم ﷺ کا پسینہ موجود تھا، جو غالباً ان کو ان کی والدہ سے وراثت میں ملا تھا اور بہت ممکن ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خود اس کو جمع کیا ہو، کیوں کہ ان کو اس حوالے سے بہت سے مواقع، غالباً اپنی والدہ سے بھی زیادہ حاصل تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ اس نبوی پسینے کو ان کی کفن کی خوش بوؤں میں ملا دیا جائے، تاکہ وہ اور معطر ہو جائے۔ شارحین کرام نے اس پر خاصی بحث کی ہے اور تفصیل لکھی ہے۔ (۶۵)

موئے مبارک

جسمانی آثار متبرکہ میں موئے مبارک کی تاریخ، اس کی موجودگی اور منتقلی اور اس سے تبرک کا سلسلہ کافی وسیع و عریض ہے، بعض اہل علم نے موئے مبارک پر خاص رسالے لکھے ہیں، ان میں سے عثمان وحدتی کا رسالہ مخطوطہ ہے، البتہ ملا علی قاری کا رسالہ قاضی عیاض کی شفا پر موجود ہے۔ شبلی نعمانیؒ کی فصل متروکات نبوی پر اضافہ کرتے ہوئے جامع کتاب سید سلیمان ندوی نے آثار متبرکہ کی مختصر فصل بڑھائی ہے اور اس کے تحت لکھا ہے:

> ان متروکات کے علاوہ بعض یادگاریں بھی تھیں، جو لوگوں نے تبرکاً اپنے پاس رکھ چھوڑی تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے عقیدت مندوں کو موئے مبارک عطا فرمائے تھے، جو زیادہ تر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بھی موئے مبارک تھے...... (۶۶)

امام بخاریؒ نے آثار متبرکہ پر اپنی خاص فصل یا باب میں ترجمۃ الباب میں ''شعرۃ'' کا ذکر ضرور کیا ہے، مگر اس سے متعلق کوئی حدیث نہیں لائے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ غالباً حضرت امام اس باب میں کتاب الطہارۃ میں مذکورہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کو لکھنا چاہتے ہیں، جس میں حضرت ابن سیرین کا یہ قول ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم ﷺ کا ایک موئے مبارک ہے جو ہم کو حضرت انس کی جانب سے ملا ہے:

عندنا شعر من شعر النبی ﷺ صار الینا من قبل انس (۶۷)

بعض روایات حدیث و سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے بال کاٹنے کی سعادت کسی حج یا عمرے کے موقع پر پائی تھی۔ انہوں نے موئے مبارک اور ناخن کے تراشوں کو دولتِ سعادت جان کر محفوظ کرلیا تھا۔ یہ سرمایۂ سعادت تا حیات ان کے پاس رہا۔ وفات (۱۵ رجب ۶۶۰) کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ ان بالوں اور ناخن کے تراشوں کو پیس کر ان کی آنکھوں، ناک، کان اور منہ میں رکھ دیا جائے اور پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کیا جائے۔ بعض روایات میں صرف ناخن کے تراشوں کا ذکر ہے اور بعض دوسری روایات میں ناک کان میں رکھنے کے اضافے کا ذکر ہے۔ دراصل میت کے جن مقامات پر کافور اور خوش بو وغیرہ رکھنے کا رواج ہے، وہ سب ان سے مراد ہیں۔ اسد الغابہ میں ہے:

و کان عندہ قلامۃ اظفار رسول اللہ ﷺ فاوصیٰ ان تستحق فی عینیہ و فمہ ...... و خلوا بینی و بین ارحم الراحمین (۶۸)

اس ضمن میں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک مختلف مقامات پر آج بھی موجود ہیں۔ سرینگر، کشمیر کے حضرت بل کے علاوہ پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ میں بھی موئے مبارک محفوظ ہے، اور خاص مواقع پر ان کا دیدار کرایا جاتا ہے۔ خاک سار راقم کو پھلواری شریف کی ایک زیارت کے موقع پر ان کے دیدار کی سعادت ملی۔ طالب علمانہ جستجوئے سند کی تسکین یوں ہوئی کہ شاہ امان اللہؒ مرحوم کے بھتیجے اور خاک سار کے کرم فرما دوست سید حماد قادریؒ نے حضرت شاہ صاحب سے خصوصی اجازت دلوائی کہ میں وہاں موجود موئے مبارک کا شجرہ طیبہ دیکھ سکوں، جو ایک جز دان میں لپٹا ہوا وہاں رکھا تھا۔ اس کی سند حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک ہی منتہی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں یہ خلش نہ ہونی چاہیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ موئے مبارک سب کے سب ان کی نعش کے ساتھ دفن کر دیے گئے تھے، کچھ بل کہ بہت زیادہ بچا لیے گئے تھے اور وہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہے، جیسا کہ حضرت ابن سیرین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ موئے مبارک بعد کی نسلوں میں منتقل ہوتے رہے تھے۔

غالباً سب سے زیادہ دل چسپ اور عجیب و غریب واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا بیان کردہ ہے کہ وہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیمؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خواب میں انہیں رسول اکرم ﷺ کا دیدار ہوا اور آپ ﷺ نے حضرت شاہؒ کو اپنے داڑھی کے دو بال بہ طور تبرک عطا فرمائے۔ آنکھ کھلی تو

دونوں موئے مبارک ان کے سرہانے موجود تھے۔ حضرت شاہؒ نے ان میں ایک شاہ ولی اللہ کو اور دوسرا شاہ اہل اللہ کو عطا فرمادیا اور پھر وہ دونوں موئے مبارک عجیب وغریب طریقے سے شاہ ولی اللہؒ کے پاس ہی جمع ہو گئے اور تازندگی ان کے پاس محفوظ و باعث برکات رہے، اور ان کے بعد ان کے وارثوں میں منتقل ہوتے رہے اور آج بھی پھلت میں موجود ہیں اور زائرین کو ان کے دیدار سے شادکام کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بعض زبانی روایات کا ذکر سید عبداللہ شاہ نے کیا ہے:

اخبرني والدي انه كان مريضاً فرأى النبي ﷺ في النوم، فقال: كيف حالك يا بني؟ ثم بشره بشفاء و اعطاه شعرتين من شعور لحيته، فتعافىٰ من المرض في الحال و بقيت الشعرتان عنده في اليقظة فاعطاني احدهما فهي عندي(٦٩)

وفات کے بعد جسمِ اطہر سے تبرک

حیات نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مَس کرنے اور اس سے برکت حاصل کرنے کا تعامل صحابہ میں برابر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی جسم اطہر کے لمس کی برکت کے حصول کا بھی ثبوت مختلف احادیث و روایات سیرت میں پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی بشری وفات ہوگئی تھی، مگر آپ ﷺ کا جسم اطہر عام نعشوں کی مانند نہ تھا کہ وہ ایک نبی کا جسم تھا، زمین پر آپ کے جسمِ اطہر کی حفاظت فرض قرار دی گئی، بہ ایں طور کہ وہ دوسری عام لاشوں کی طرح اسے نیست و نابود نہیں کر سکتی۔ وفات کے بعد بھی حیاتِ نبوی کا ایک دوسرا جہان اور ایک تکوینی نظام ہے، جس کے سبب آپ ﷺ درود وسلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ اس مشکل مسئلے پر بہت سے پیچیدہ اور افراط وتفریط کے مارے مباحث ونظریات ملتے ہیں، جن سے اس وقت بحث مقصود نہیں ہے۔(۷۰)

وفاتِ نبوی کے بعد جسمِ اطہر سے لمس اور اس کے تبرک کے حصول کے اور احترام وتکرم کے دو طرح کے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح احادیث آتی ہے کہ وہ وفاتِ نبوی کے بعد حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوئے اور سیدھے آپ ﷺ کے جسم اطہر کے پاس گئے۔ چہرۂ انور سے چادر ہٹائی اور اپنا منہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے اور آپ کے چہرۂ انور اور پیشانی مبارک پر عقیدت و

محبت کے بوسے ثبت کیے:

ان ابا بکر قبّل النبی ﷺ بعد ما مات

ان ابا بکر دخل علی النبی ﷺ بعد وفاته فوضع فمه بین عینیه و وضع یدیه بین ساعدیه(۷۱)

فکشف عن وجهه، ثم اکبّ علیه فقبّله و بکی......(۷۲)

رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر کو نہلانے دھلانے، کفن دینے اور قبر میں اتارنے کے شرف کو حاصل کرنے کا دوسرا رویہ صحابہ ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں یہ اظہار ملتا ہے کہ وہ سب کے سب اس شرف کو حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ ناممکن تھا، تاہم بعض صحابہ کو یہ شرف حاصل ہوا، بعض نے درخواست کر کے حاصل کیا۔ قبر شریف میں اتارنے اور سب کے بعد لحد شریف سے نکلنے کے بارے میں مختلف صحابہ کے دعوے ملتے ہیں، ان کے پیچھے یہی جذبۂ محبت وعقیدت تھا کہ مشرف صحابی کو سب سے آخر میں جسم اطہر سے مَس کرنے کی سعادت و برکت ملی تھی۔(۷۳)

قبر نبوی

حدیث نبوی اور سنت انبیائے کرام کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف اسی جگہ بنائی گئی، جہاں وفات ہوئی تھی۔ وہ اپنے مقام پر آج بھی موجود ہے۔ اس کی حفاظت اور زیارت اور اس کا تقدس کا سلسلہ اسی طرح صحابہ کرام کے دور سے چلا آتا ہے۔ خلفائے راشدین بالخصوص خلفائے اموی، معاویہ، عبدالملک، ولید، عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ نے اس کی حفاظت اور روضے کی تعمیر وترقی میں خاصی دل چسپی لی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی عام احادیث کریمہ بھی ملتی ہیں، جن میں ان کی زیارت کرنے کا حکم موجود ہے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

اور خاص احادیث بھی کتب سیرت وحدیث میں موجود ہیں، جو رسول اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کو باعث شفاعت بتاتی ہیں۔ حقوق مصطفیٰ ﷺ میں سے قبر نبوی کی زیارت کرنے اور آپ کو سلام کرنے اور درود بھیجنے کی اسلامی روایات اہم ترین ہیں۔(۷۴)

رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر درود وسلام پیش کرنے کی روایت خالص اسلامی ہے اور روز اول سے جاری ہے۔ صحابہ کرام نے اس کا بہت عقیدت آگیں اہتمام کیا اور اس تعامل کو اپنی نسلوں کو منتقل کیا، جو آج تک جاری وساری ہے۔

زیارت قبر نبوی بھی ایک مستقل تعامل صحابہ کا درجہ رکھتی ہے، اس کے لیے سفر کرنے کی روایت بھی ملتی ہے اور اس کی صحت بھی، اگرچہ بعض اہل علم نے صرف قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو صحیح نہیں سمجھا، مگر ان کا نظریہ وخیال تعامل صحابہ کی روشنی میں صحیح نہیں۔

حضرات صحابہ کرام سے قبر نبوی یا روضہ اطہر کے پاس مجاورت کا ویسا مستقل تعامل نہیں ملتا جیسا بعد کے علمائے ومشائخ اور صاحبانِ دل کا ملتا ہے، وہ قرب روضہ میں مجاورہ ومراقبہ کرتے تھے اور روح نبوی سے اکتساب فیض کرتے تھے، بعد کے محدثین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر مجاورت اور اس کے برکات کا ذکر ان کی کتاب فیوض الحرمین میں بہ کثرت ملتا ہے، دوسری کتب میں بھی اس کا ذکر خیر ملتا ہے، جس طرح بعض دوسرے پیش رو، معاصر اور دوسرے متاخرین کے مقامات عرفانی میں ملتا ہے۔

تجزیاتی خلاصہ

متروکہ آثار نبوی کا مقام برکت وعظمت رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے مجموعی رویے سے ثابت وقائم ہوتا ہے۔ ان تمام اشیائے متروکہ میں بہ ذات خود کوئی برکت تھی نہ عظمت، ان میں یہ ساری خصوصیت رسول اکرم ﷺ سے وابستگی سے آئی تھی۔ یہی وابستگی تو بنیادی عنصرِ کرامت وجلالت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی تمام تر تقدیس وعظمت وجلالت اللہ تعالیٰ سے خصوصی وابستگی ہے۔ اللہ رب العالمین نے حضرت محمد بن عبداللہ الہاشمی ﷺ کو اپنا رسول آخر الزماں اور خاتم النبیین روز اول سے مقرر فرمایا اور آپ مقدس ہو گئے۔ آپ ﷺ کے جسم وجان سے وابستہ تمام اشیا میں وہ تقدیس وطہارت اور برکت و عظمت پیوست ہوگئی، جو خود پیکر نبوت میں تھی۔

صحابہ کرام نے ایسے تمام متروکات نبوی کو آثار متبرکہ کا درجہ دیا اور ان کا احترام کیا اور ان سے برکت حاصل کی۔ ان متروکہ آثار نبوی میں ملبوسات، نعلین شریفین، ظرف وبرتن، سریر وتخت، خاتم، عصا، اسلحے میں تلوار، زرہ، عنزہ (نیزہ) وغیرہ کے علاوہ وہ مقامات بھی شامل ہیں، جہاں رسول اکرم ﷺ کے قدم مبارک پڑے اور نقش ہائے جسم بنے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام ان سے برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے ملبوسات کو خاص مواقع پر زیب تن کرتے، زندگی میں ان کی زیارت کرتے اور دوسروں کو زیارت کراتے، آپ کے استعمال شدہ برتنوں میں کھاتے پیتے اور خاص کر دوسروں کو دعوت دے کر کھلاتے پلاتے، خاتم اور عصائے مبارک سے برکات پاتے اور اسلحہ جات سے تبرک حاصل کرتے اور

انہیں اسی طرح استعمال کرتے، جس طرح آپ ﷺ کرتے تھے، ان میں ادنیٰ تغیر برداشت نہ کرتے کہ وہ کہیں رسول اکرم ﷺ کی اشیا میں اپنی جانب سے کوئی ادنیٰ تبدیل کر کے بھی برکات و آثار میں تبدیلی کے مجرم نہ بن جائیں۔

زندگی تو زندگی صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر کے لمس سے فیض یاب چیزوں کو اپنی قبروں میں اپنی لاشوں پر سجا کر لے گئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ان کو اپنی رحمت و مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قمیص نبوی کو کفن بنایا اور اپنے جسم سے اس کو بلا حجاب وابستہ کیا کہ وہ ان کے جسم و بدن کے لیے ڈھال بن جائے۔ رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک اور ناخنوں کے تراشوں کو اپنے لاشے کے منہ، کانوں، ناک، اور آنکھوں میں شفاعت کی طرح سجایا کہ جسم اطہر کی برکات کی حامل چیزیں ان کے لیے پیغام راحت و مغفرت لے کر آئیں۔ یہ ان کا ایمان و ایقان بھی تھا اور توقیر نبوی کا نشان بھی۔ حضرات عبد اللہ انصاری، عبد اللہ بن حارث اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے طلب کر کے لباس رسول اکرم ﷺ کو اسی خاطر اپنا کفن بنایا تھا، حتی کہ رئیس المنافقین پر رحمت و کرم کرنے کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی تھی، تاکہ اس کو کچھ تو راحت مل سکے۔

یہ محض عقیدت و محبت اور خوش عقیدگی کا جلوہ نہیں تھا، بل کہ صحابہ کرام کے روز کا تجربہ اور مشاہدہ اور ایقان تھا۔ ان کو اپنی جاگتی آنکھوں اور اپنے حساس ہاتھوں اور نگاہوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ آثار متبرکہ برکات و انعامات الٰہی لاتے ہیں۔ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا جیسی قدیم صحابیہ اور حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا جیسی عظیم انصاری خاتون کا تجربہ تھا کہ آپ ﷺ کے لباس کا دھوون اور پسینہ اطہر کے قطرات مریضوں کو شفا بخشتے اور ان کے جسم و جاں کو معطر و مطہر بناتے ہیں۔ حضرت اسما اور حضرت ام سلیم کے تجربات اور حصول برکات کے تجربات بعد کے زمانے کے نہیں بل کہ عہد نبوی کے ہیں اور ان کو رسول اکرم ﷺ کی تقریری سند اور اثباتی اجازت حاصل کر کے ان کو حدیث و وحی کا درجہ دیتی اور ان کو سنت کا مقام عطا کرتی ہے۔ پھر یہ سب کچھ نہ بھی ہو تو خالص تعامل صحابہ و صحابیات ہی ان کے درجۂ اعتبار و افتخار کو قائم کرنے کے لیے کافی ہے۔

جسمانی آثار متبرکہ ہوں یا متروکہ آثار متبرکہ، ان دونوں کا ایک اسلامی مقام و مرتبہ اور دینی تشخص بھی ہے۔ شارحین حدیث کے سرخیل اور بہ جائے خود ایک عظیم ترین امام حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اسی سے آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا مسئلہ استنباط کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی جسمانی وابستگی

کی برکات جس طرح آثار متبرکہ میں منتقل و پیوست ہوئی تھیں، کم و بیش اسی طرح سلف صالحین نے ان کو وراثت نبوی میں پایا ہے، کیوں کہ وہ بھی علوم نبوی اور ان کے سبب عظمت نبوی کے وارثین عظام ہیں۔ ان کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کے آثار و اقوال بھی ثابت کرتے ہیں کہ بزرگوں اور سادات قوم کا احترام و اکرام کرنا ضروری ہے، لہٰذا ان سے برکات حاصل کرنا بھی جائز قرار پاتا ہے۔ علما و محدثین اور فقہا و صالحین کی تعظیم و تکریم اور ان سے برکات کا حصول خواہ وہ دعاؤں کی شکل میں ہو یا ان سے مصافحے اور معانقے اور ان کی عطا کردہ اشیا کے حوالے سے ہو، ایک اسلامی و دینی قاعدہ ٹھہرتا ہے۔ بلا شبہ اسے بدعات و خرافات سے کوئی واسطہ نہیں، جو آج کل کے علمائے سو اور جعلی پیروں فقیروں نے ایجاد کر کے رواج دے رکھا ہے۔ صرف ان آثار متبرکہ نبوی سے برکات کا حصول صحیح اور جائز ہے، جو صحیح ہیں اور اصل نسبت رکھتے ہیں، جعلی آثار سے بھی احتراز لازمی ہے۔

ان آثار متبرکہ کی توقیر و تعظیم اور ان سے برکات کا حصول دو وجوہ سے ضروری ہے:

اول یہ کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ان سے حصول کرتے تھے اور ان کی روایات و احادیث اور واقعات کتاب و سنت اور سیرت میں محفوظ و مامون ہیں۔

دوم ان آثار متبرکہ کا درجہ حدیث و سنت کے اجزا جیسا ہے کہ وہ مادی اور ٹھوس احادیث و سنن ہیں اور ان سے جسم و جان میں ایک خاص قسم کی روحانیت، مزاج و خیال میں لطافت اور اندرون قلب میں پاکیزگی و طہارت پیدا ہوتی ہے، اور وہ تزکیے کی ایک حسین و جمیل صورت ہے۔

تنقیدی تبصرہ

رسولِ اکرم ﷺ کی تقدیس و تعظیم صحابہ کرام ہی اسلامی اصول و عمل ہے اور اسی کو سلف صالحین نے لیا ہے۔ صحابہ کرام اور بعد کے سلفِ صالحین کے فکر و عمل اور تعامل سے انحراف ہر حال میں افراط و تفریط کے دو گم راہ کن رویوں کی طرف لے جاتا ہے۔ اس سے فکری کجی پیدا ہوتی ہے اور عملی بے راہ روی بھی۔ فکری کجی یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کے بارے میں غلط رجحانات و افکار پیدا ہوتے ہیں، اور عملی بے راہ روی ان ہی فکری انحرافات کی پیدا کردہ ہوتی ہے، جو بدعات کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مسلم امت کے اندر اسی قسم کے انحرافات نے فکری منحرف فرقے اور عملی بدعتی افراد و گروہ پیدا کیے اور پروان چڑھائے ہیں۔

اس وقت اہلِ کتاب کے خیالات و افکار اور اعمال سے بحث نہیں کہ ان کا سارا مدار انکار و کفر خالص پر مبنی ہے۔ امت اسلامی کے اہل قرآن طبقات کا یہ حال ہے کہ وہ احادیث و روایاتِ صالحہ کی

طرف اعتنا نہیں کرتے اور ان کا استخفاف کرتے ہیں۔ اہل حدیث کے بعض طبقات نے بھی سنت خالص کی آڑ میں رسول اکرم ﷺ کے طریقوں اور صحابہ کرام کے تعامل سے روگردانی سیکھ لی ہے۔ بدعتی طبقات اور خرافات میں کھوئی جانے والی ملت کے اشخاص وگروہ نے تعظیم وتوقیر نبوی کے ڈانڈے شرک سے جا ملائے ہیں۔ صحیح طریقۂ فکر اور طریق عمل صرف صحیح معتدل راہ پر پیروان امت اسلامی کا ہے، جو حاملانِ کتاب وسنت وحدیث ہیں۔

جسمانی آثار متبرکہ سے عقیدت ومحبت اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا تعامل صحابہ کرام سے بلا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ بعثت سے قبل ہی ایک شانِ عفت وعظمتِ عصمت سے بہرہ مند تھے، اس لیے اس دور میں بھی آپ ﷺ کے اقوال اور بالخصوص افعال واعمال اور طریقوں سے برکت حاصل کی جاتی تھی، اور بعد میں نبی بننے کے بعد بھی اسلامیانِ عالم کے بہترین طبقے صحابہ کرام نے برکت حاصل کی تھی۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا جسم اطہر ایک بشری جسم تھا، بہ ایں ہمہ وہ ایک عام، بل کہ خواص انسانی کے جسموں کی مانند نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شق صدر، اسراو معراج وغیرہ کے ظاہری تزکیے کے ساتھ ساتھ تکوینی نظام کے تحت آپ ﷺ کے جسم اطہر کی اندرونی پاکیزگی اور طہارت کا انتظام والنصرام بھی فرمایا تھا۔ انہیں دو طُرقِ تزکیہ کے ذریعے آپ ﷺ کے جسم اطہر اور اس کے آثار وظواہر کو ایک خاص قسم کی تقدیس عطا کر دی گئی تھی، اور اسی روحانی، جسمانی اور نبوی تقدیس نے آپ ﷺ کے جسم مبارک اور اس کی تمام چیزوں کو باعث برکت بنا دیا تھا۔ اور صحابہ کرام ہر آن و ہر لمحہ ان برکات کا مظاہرہ دیکھتے تھے، لہٰذا وہ ان جسمانی آثار متبرکہ سے حصول برکت کیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کی تقدیس جسم نبوی اور اس سے برکات کے حصول کی متعدد جہات اور ان کے گوناگوں اثرات تھے، جسم اطہر سرتاپا پاکیزگی، طہارت، پاکی، عظمت وجلالت کا پیکر اعظم تھا اور اس کا لمس بھی زندگی سنوارنے کو کافی تھا، لہٰذا صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کرتے، مصافحے کی سعادت پاتے تو آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کو اپنے چہروں اور سروں اور دوسرے حصوں پر پھیر لیتے تھے کہ ان کے جسموں کی ظاہری گندگی دور اور اندرونی نجاست ختم ہو اور وہ پاک صاف بنیں۔ رسول اکرم ﷺ کو اپنی نبوی عظمت ومقام ومرتبت کے اس خبر وتزکیہ وتطہیر اور باعث برکات وانعامات ہونے کا یقین تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ اپنے چہیتوں، زائروں، ملنے والوں اور بچوں بچیوں کے سروں، چہروں اور جسمانی اعضا پر دست برکت پھیر دیتے تھے۔ فوری سرور وطمانیت اور اطمینان وایمان کے علاوہ اس کے دوررس اثرات ہوتے تھے، جو چہرے کی شادابی، جسم وبدن کی توانائی، بالوں کی مضبوطی اور سیاہی، اعضا وجوارح کی

سرسبزی اور پورے وجود بشری کی خوب صورتی کی صورت میں ہویدا ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر کی برکت تو بہ راہ راست ہوتی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا اور پاک وصاف کیا ہوا وجود اطہر تھا۔ جسم اطہر سے جو چیز وابستہ ہوتی، وہ جدا ہونے کے بعد گلاب کی خوش بو کی مانند اپنے اجزا اور مَس کردہ اشیا میں برکات لاتی۔ وضو کا پانی، کلی کا پانی، دہن کا لعاب، سر مبارک اور ریش اطہر کے بال، ناخنوں کے تراشے، پسینے کے قطرے، اور ایسی ہی دوسرے جسمانی مبارک چیزیں صرف اس لیے بابرکت بن جاتی تھیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نبوی جسم سے وابستہ رہی تھیں۔ صحابہ کرام نہ صرف ان کی تقدیس و تعظیم کرتے، بل کہ ان کو دوڑ دوڑ کر حاصل کرتے اور ان کو پاس رکھ کر برکت پاتے اور ان کو دکھا دکھا کر برکات نبوی بانٹتے پھرتے تھے۔

اس طرح وہ ان حرماں نصیبوں کی خوش بختی کا سامان کرتے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار و ملاقات سے مشرف و مفتخر نہ ہو سکے تھے۔ شاید منصوبہ الٰہی اور تقدیر ربانی کی حکمت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک محفوظ و مامون رکھی گئی، تاکہ اسلامیانِ عالم تا قیام قیامت رسولِ اکرم ﷺ کے مدفن کا دیدار کر سکیں اور آپ ﷺ کی جناب میں بالمشافہ سلام پیش کر سکیں اور موقع نصیب ہو تو مجاورت و جوار کے ذریعے فیوض و برکات حاصل کر سکیں۔

یہ مقام وعظمت نبوی کے تقاضے ہیں اور حقوق مصطفیٰ ہیں۔ صحیح ہے کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے وابستہ بیش تر چیزیں موجود نہیں ہیں، لیکن ان میں سے بعض تو بہ ہر حال دست یاب ہیں اور ان کی وہی برکات ہیں، جو عہد صحابہ کرام میں تھیں، پھر حدیث و سیرت اور سنت و تعامل صحابہ کا ایک بڑا حصہ ان پر مشتمل و مبنی ہے، لہٰذا ان کی قدر کرنی واجب ہے۔ یہ دراصل رسول اکرم ﷺ کے نبوی مقام و مرتبے کی توقیر و تعظیم کے مترادف ہے اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ ان کا استخفاف، ان سے روگردانی یا ان کے بارے میں سہل انگاری اور بے اعتنائی کا رویہ برکات سے محرومی لاتا ہی نہیں بل کہ فکری و عملی کجی پیدا کرتا ہے۔

حوالے

۱۔ البقرہ:۳۰

۲۔ المائدہ:۲۱

۳۔ ان تمام معانی و مفاہیم کے لیے ملاحظہ ہوں: عربی لغات بالخصوص ابن منظور۔ لسان العرب: مادہ قدس۔ اردو

معانی کے لیے عبدالحفیظ بلیاوی۔ مصباح اللغات: قدس، جو کم از کم چودہ مشتقات بیان کرتی ہے۔ ان میں سے بعض میں یہ معنی بھی نہیں ہیں۔ یا سورۂ بقرہ: ۳۰، تقدیس الٰہی: ونقدس لک۔ سورۂ حشر: ۲۳ اور سورۂ جمعہ: الملک القدوس اللہ کے لیے۔ سورۂ بقرہ: ۸۷،۲۵۳۔ سورۂ مائدہ: ۱۱۰۔ سورۂ نحل: ۱۰۲۔ روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے)، سورۂ مائدہ: ۲۱۔ الارض المقدسۃ فلسطین کے لیے اور سورۂ طٰہٰ: ۱۲، اور سورۂ نازعات ''الواد المقدس'' (وادی طویٰ کے لیے)، نیز ان آیات کریمہ کی تفاسیر متقدمین و متاخرین جو بالعموم الارض المقدسۃ کی تعیین تو کرتے ہیں مگر اس کے مقدس ہونے کی وجہ نہیں بتاتے۔ صرف ابن کثیرؒ جیسے بعض مفسرین نے المقدسہ کا معنی المطہرہ (پاک) کے لکھے ہیں اور مولانا مودودیؒ نے اسے سرزمین انبیا قرار دیا ہے۔

۴۔ سہیلی۔ الروض الانف: ج ۲، ص ۱۵۰، ۱۵۱، فقال: انی لارجو ان یحمدہ اہل الارض کلہم۔ نیز ابن سعد: ج ۱، ص ۹۸، ۹۹۔ حلبی: ج ۱، ص ۷۸، ۷۹۔ خاک سار کی کتاب: عبدالمطلب ہاشمی، رسول اکرم ﷺ کے دادا۔ دہلی، کراچی، لاہور ۲۰۰۵ء: ص ۷۱، ۷۲

۵۔ ابن ہشام: ج ۱، ص ۳۵۶۔ ''وکانت قریش انما تسمی رسول اللہ مذمما، ثم یسبونہ، فکان رسول اللہ ﷺ یقول: ألا تعجبون لا یصرف اللہ عنی من اذی قریش، یسبون ویہجون مذمما، وانا محمد''۔ بخاری: کتاب المناقب، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، حدیث ۳۵۳۳۔ ''ألا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنہم؟ یشتمون مذمما، و یلعنون مذمما، وانا محمد'' فتح الباری: ج ۶، ص ۶۷۸

۶۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۹۰۔ بلاذری۔ انساب الاشراف: ج ۱، ص ۸۲، ۸۳۔ حلبی: ج ۱، ص ۱۱۰-۱۱۱۔ یعقوبی: ج ۲، ص ۱۲، ۱۳۔ عبدالمطلب ہاشمی: ص ۷۷-۷۹۔ نیز فتح الباری: ج ۶، ص ۶۷۸-۶۸۲۔ جس میں اسم محمد ﷺ کی تعریف میں ابوطلب ہاشمی اور الاعشیٰ کے ایک ایک شعر کے بعد اس پر کافی بحث ہے۔ نیز صفی الرحمٰن مبارک پوری۔ الرحیق المختوم، اردو: ص ۸۹، بہ حوالہ مختصر السیرۃ/عبداللہ بن عبدالوہاب

۷۔ حدیث بخاری: رقم: ۱۰۰۸، ۱۰۰۹

۸۔ ترجمہ مبارک پوری

۹۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ: ج ۱، ص ۲۷۲-۲۸۱

۱۰۔ بخاری: کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم: ۱۰۱۰۔ فتح الباری: ج ۲، ص ۶۳۷-۶۴۱

۱۱۔ امام ترمذی۔ شمائل النبی ﷺ۔ نیز کتب سیرت میں شمائل کے ابواب۔ بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۶۸۹-۷۰۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری۔ انوار محمدی، اردو ترجمہ شمائل ترمذی۔ اعظم گڑھ ۱۹۹۶ء

۱۲۔ حدیث بخاری: رقم: ۳۵۵۳۔ وقام الناس فجعلوا یاخذون یدیہ فیمسحون بہما وجوہہم۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۶۹۰،

۶۹۱ و مابعد

۱۳۔ ابوداؤد: کتاب الاجارہ، باب فی منع الماء، رقم ۳۴۷۶

۱۴۔ بخاری: کتاب الصوم، باب من زار قوماً فلم یفطر عندہم، رقم: ۱۹۸۲۔ فتح الباری: ج ۴،ص ۲۸۹ و مابعد۔ مسلم: کتاب الفضائل، باب فضائل انس رضی اللہ عنہ

۱۵۔ اس حدیث بخاری: رقم: ۳۵۴۰

۱۶۔ بخاری: مذکورہ بالا۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ۔ نیز بخاری، حدیث: ۳۵۴۱ جس میں اضافہ ہے: "**فمسح رأسي و دعا لي بالبركة و توضأ فشربت من وضوئه**" نیز بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ ومسح رؤوسہم، حدیث ۶۳۵۲

۱۷۔ بخاری: کتاب الدعوات، حدیث ۶۳۵۳۔ فتح الباری: ج ۱۱،ص ۱۸۱ و مابعد، نیز کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام۔ دوسرے صحابہ میں عبداللہ بن ثعلبہ، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر وغیرہ شامل تھے۔

۱۸۔ بخاری: کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع، حدیث ۴۰۳۹ "**فقال ﷺ لي: ابسط رجلك، فبسطت رجلي فمسحها فانها لم اشتكها قط**"۔ فتح الباری: ج ۷،ص ۴۲۵۔۴۲۷

۱۹۔ بخاری: کتاب العقیقہ، باب اول "باب تسمیۃ المولود...... وتحنیکہ"، احادیث: ۵۴۶۷، اطراف ۶۱۹۸، ۵۴۶۸، ۵۴۶۹، ۵۴۷۰۔ فتح الباری: ج ۹،ص ۷۲۶۔۷۳۰ و مابعد

۲۰۔ فتح الباری: ج ۱۰،ص ۳۴۴، حدیث ۵۸۲۴

۲۱۔ بخاری: کتاب الجہاد، باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل۔ فتح الباری: ج ۶،ص ۱۷۵ و مابعد۔ مسلم: کتاب الجہاد، باب غزوۃ ذی قرد، باب فضائل علی، ......ے **شتكي عينيه، فبصق في عينيه و دعا له فبرأ كأن لم يكن به وجع**، حدیث بخاری ۳۰۰۹۔ بحث کے لیے حدیث بخاری ۲۹۴۲

۲۲۔ بخاری: کتاب اللباس، باب لبس القمیص، حدیث ۵۷۹۵۔ فتح الباری: ج ۱۰،ص ۳۲۷، ۳۲۸۔ نیز کتب سیرت کا متعلقہ باب

۲۳۔ بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، حدیث ۴۳۲۸۔ فتح الباری: ج ۸،ص ۵۸ و مابعد۔ مسلم: کتاب الفضائل، فضائل ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ

۲۴۔ بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان الخ، حدیث ۶۳۵۴۔ فتح الباری: ج ۱۱،ص ۱۸۱ و مابعد۔ نیز بخاری: کتاب العلم

۲۵۔ بلاذری: ج ۱،ص ۵۳۷

۲۶۔ بخاری: کتاب اللباس، باب البرود والحبر والشملۃ، حدیث ۵۸۱۰۔ فتح الباری: ج ۱۰،ص ۳۳۹، ۳۴۰۔ نیز کتاب الجنائز، باب من استعد للکفن، حدیث ۱۲۷۷۔ نیز اطراف، فتح الباری: ج ۳،ص ۱۸۳۔۱۸۵

۲۷۔ ابن اثیر۔ اسد الغابہ: ج ۳،ص ۱۳۸ وغیرہ۔ یہ دونوں قمیص غالباً رسول اکرم ﷺ نے ان صحابہ کی فرمائش پر ہی

عطا کی تھیں۔

۲۸۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۱۸۸، ۱۹۹

۲۹۔ بخاری: باب الاکسیۃ، کتاب الجہاد، باب ذکر من درع النبی ﷺ، احادیث ۵۸۱۸۔ مع اطراف حدیث۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۳۴۱، ۳۴۲، نیز اوائل الخمس۔ مسلم: کتاب اللباس، باب التواضع فی اللباس۔ نیز ابوداؤد و ترمذی وغیرہ کے ابواب متعلقہ۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۵۰۸

۳۰۔ مسلم: کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم استعمال...... اس باب میں لباسِ نبوی اور اس سے زیادہ عقیدت و برکت کا ذکر خیر ہے۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۰۷، برائے متروکاتِ نبوی، نیز دوسری کتبِ سیرت بالخصوص شبلی۔ سیرت النبی: ج دوم، ص ۱۹۲، ۱۹۳، آثارِ متبرکہ کی تفصیل۔ ابن ماجہ: کتاب الجہاد، باب لبس الحریر والدیباج فی الغزو۔ نیز بخاری: کتاب الجہاد و السیر، باب الحریر فی الحرب، احادیث ۲۹۱۹، ۲۹۲۲۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۱۲۳، ۱۲۵۔ اس پر مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو: مقالہ خاک سار ''سونے اور ریشم کی تحریم اور صحابہ کرام کا تعامل۔

۳۱۔ مسلم: کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذہب۔ نووی، المنہاج، باب مذکورہ بالا

۳۲۔ بخاری: کتاب اللباس، باب القباد و فروج حریر الخ، احادیث ۵۸۰۰، ۵۸۰۱۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۳۳۱۔ ۳۳۴

۳۳۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب ہل یخرج المیت من القبر الخ، کتاب اللباس۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۳۲۷، ۳۲۸۔ مؤخر الذکر میں طلب قمیص اور اس کی برکت کا ذکر حدیث سے زیادہ شرح حدیث میں ہے۔ حدیث بخاری ۴۶۷۰، اور اس کے بعد والی حدیث میں زیادہ بحث ہے

۳۴۔ بحث کے لیے دیکھیے کتابِ خاک سار ''عہد نبوی میں تمدن''، دہلی ۲۰۰۹ء کا باب ملبوسات، خاص کر لباس کے ہدایا پر دو خاص مباحث

۳۵۔ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۲۴۰، ۲۴۱۔ نیز دوسرے صحابہ کے تراجم اسعد الغابہ و اصابہ وغیرہ۔ ابن سعد: ج ۴، ص ۲۷۳، ۳۱۱ وغیرہ۔ ابو داؤد: کتاب اللباس، باب فی لبس القباطی۔ بخاری: حدیث ۵۸۲۳۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۳۴۴۔ ۳۴۶۔ نیز بخاری: کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درد النبی ﷺ...... الخ۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۲۵۴ و مابعد۔

۳۶۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ج ۹، ص ۳۷۷ بہ حوالہ محمد تقی عثمانی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق۔ کراچی ۱۹۸۶ء: ص ۲۵۸۔ عہد نبوی میں تمدن: مذکورہ باب

۳۷۔ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۲۸۷۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق: ص ۲۵۷، ۲۵۸۔ تاریخ اسلام: ج ۲، ص ۲۶ بہ حوالہ طبری۔ منیر محمد الغضبان۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، ایک مجاہد صحابی۔ اردو ترجمہ۔ جامعہ سلفیہ، ۱۹۸۷: ص ۲۷۴۔ نیز دیگر کتبِ سیرت و سوانح

۳۸۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۲۲۔

۳۹۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۵

۴۰۔ صلاح الدین المنجد۔ معجم ما الف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فصل نعال الرسول۔ کتب حدیث میں امام بخاری و مسلم کے کتاب اللباس میں اور کتب سیرت کے متروکات کے باب میں اس کی روایات ہیں۔

۴۱۔ مسلم: کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ۔ نووی۔ المنہاج: باب متعلقہ

۴۲۔ ترمذی: ابواب المناقب، مناقب علی۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۲۸۲۔ شبلی: ج ۲، ص ۱۹۲ کے مطابق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نعلین مبارک تھے، دوسرے آثار متبرکہ کے علاوہ، بہ حوالہ صحیح بخاری: کتاب الخمس، حدیث ۳۱۰۷، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۲۵۴ و مابعد

۴۳۔ بخاری، مسلم وغیرہ میں کتاب الاشربہ کے ابواب، جیسے الشرب من قدح النبی ﷺ و آنیۃ وغیرہ، کتب سیرت میں متروکات نبوی کے ابواب وغیرہ

۴۴۔ بخاری: حدیث: ۵۶۳۷۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۱۲۲۔ ۱۲۶ و مابعد

۴۵۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۱۲۳، ۱۲۴

۴۶۔ فتح الباری: ج ۱۰، ص ۱۲۳۔ ۱۲۶۔ نیز فتح الباری: ج ۶، ص ۲۵۴۔ ۲۵۸، باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاہ الخ

۴۷۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۲۵

۴۸۔ ابن سید الناس۔ عیون الاثر: ج ۲، ص ۴۰۷

۴۹۔ حدیث بخاری: ۳۱۰۶

۵۰۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو، عہد نبوی کا تمدن، مبحث زیورات میں خاتم کی اقسام پر بحث

۵۱۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۲۵۶۔ شبلی: ج ۲، ص ۱۹۳۔ مصباح اللغات میں شوحط کے معنی لکھے ہیں: ایک درخت جس کی لکڑی سے کمان بنائی جاتی تھی اور اس کا واحد الشوحطۃ ہے۔ غالباً وہ لچک دار لکڑی کا درخت ہے، جس کا خاص نام نہیں دیا گیا۔ بخاری/ فتح الباری۔ کتاب الحج، باب استلام الرکن بالمحجن۔ حدیث بخاری: ۱۶۰۷ کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے اسے ''عصا محنیۃ الراس'' بتایا ہے کہ وہ اس کا بالائی سرا یا مٹھ مڑا ہوا تھا کہ المحجن کا معنی الاعوجاج (ٹیڑھ) کے ہیں، حجون کا نام بھی اسی وجہ سے ہے۔

۵۲۔ بخاری: حدیث ۳۱۱۰

۵۳۔ فتح الباری: ج ۶، ص ۲۵۷ بالخصوص شبلی: ج ۲، ص ۱۹۳

۵۴۔ بلاذری: ج ۱، ص ۵۲۱۔ ۵۲۵۔ ذکر اسلحہ، نیز دیگر کتب سیرت و حدیث

۵۵۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد التی علی طرق المدینۃ اور دوسرے ابواب۔ مسلم: کتاب الحج، دیگر کتب و ابواب، بالخصوص سیوطی، مصباح الزجاجۃ، مطبوعہ بر حاشیہ سنن ابن ماجہ، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی غیر مورخہ۔ ۲،

حاشیہ ۸

۵۶۔ مسلم: کتاب الحج، باب مایلزم من طاف بالبیت

۵۷۔ بخاری: کتاب الحج، المحصب، حدیث ۱۷۶۵، ۱۷۶۶

۵۸۔ فتح الباری: ج ۶ ص ۲۵۴۔ ۲۵۶ و مابعد۔ ابن ہشام وغیرہ دیگر کتب سیرت و حدیث میں یہ واقعہ متروکات نبوی میں مذکور ہے۔

۵۹۔ بلاذری: ج ۱ ص ۵۲۲۔ ۵۲۵ و مابعد۔ متروکات نبوی پر دیگر کتب سیرت کے ابواب، رسول اکرم ﷺ کے خچر دلدل، زرہیں اور ایک تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی، اس پر خلافت صدیقی میں حضرت عباس نے دعویٰ کیا، مگر اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہیں کیا۔

۶۰۔ بلاذری: ج ۱ ص ۵۲۴ و مابعد

۶۱۔ ملاحظہ کیجیے: ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱ ص ۱۴۲۔ ۱۵۱ او مابعد۔ بلاذری: ج ۱ ص ۵۳۵۔ ۵۳۷

۶۲۔ بلاذری: ج ۱ ص ۵۳۷

۶۳۔ شبلی: ج ۲ ص ۱۹۹ بہ حوالہ صحیح مسلم، باب صفۃ النبی ﷺ وغیرہ

۶۴۔ مسلم: کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی ﷺ۔ اسد الغابہ: ج ۵ ص ۵۹۱۔ ان کا تعلق بنو النجار/ خزرج کسے تھا۔ ان کے نام میں اختلاف ہے، عقلاء النسا میں شمار کی جاتی تھیں، غزوات میں بھی شرکت کیا کرتی تھیں۔

۶۵۔ بخاری: کتاب الادب، باب من زار قوما فقال عندہم، حدیث: ۔ بہ حوالہ مسعود احمد۔ صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین: ص ۸۶۹

۶۶۔ سیرت النبی: ج ۲ ص ۱۹۲۔ بہ حوالہ صحیح مسلم، حجۃ الوداع صرف حضرت ابوطلحہ انصاری کے لئے۔ حضرت انس بلا حوالہ

۶۷۔ فتح الباری: ج ۶ ص ۲۵۴۔ ۲۵۶۔ نیز کتاب الطہارۃ۔ صلاح الدین المنجد، معجم ما الف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: شعرات الرسول

۶۸۔ ابن اثیر۔ اسد الغابہ: ج ۴ ص ۳۸۷۔ نیز دیکھیے: الاصابہ: ج ۳ ص ۳۸۰۔ الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ، نیز محمود اشرف عثمانی۔ حضرت معاویہ، مشمولہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق، مولانا تقی عثمانی، کراچی ۱۹۸۶ء: ص ۲۵۷، ۲۵۸۔ شاہ معین الدین احمد ندوی۔ تاریخ اسلام، اعظم گڑھ ۱۹۸۸ء: ج ۲ ص ۲۶ ''......آپ کے موئے مبارک اور ناخن شیشے میں محفوظ ہیں......اور ناخن اور موئے مبارک کو آنکھ اور منہ میں رکھ دینا شاید خدا اس کے طفیل میں اور اس کی برکت سے مغفرت فرما دے'' بہ حوالہ طبری: ج ۷، ص ۲۰۲

۶۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ الدر الثمین: الحدیث الخامس عشر۔ نیز سید عبداللہ شاہ۔ قرۃ العیون شرح سرور المحزون۔ مطبع علوی ۱۲۷۷ھ: ج ۱ ص ۶، ۷۔ دیباچہ محشی گرامی

۷۰۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے سیرۃ المصطفیٰ: ج ۳، ص ۲۴۹۔۲۷۶ میں بعد وفات حیات نبوی پر مفصل و مدلل بحث کی ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ بتایا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۷۱۔ انوار محمدی۔ شمائل ترمذی: ۳۳۶، باب ما جاء فی وفاۃ رسول اللہ ﷺ

۷۲۔ بخاری: کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ، حدیث ۴۴۵۲۔۴۴۵۳۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۱۸۱۔۱۸۴۔ نیز: ج ۳، ص ۳۲۳ و مابعد۔ قبر النبی ﷺ

۷۳۔ ابن ہشام۔ ابن سید الناس۔ عیون الاثر: ج ۲، ص ۴۳۳۔ انوار محمدی: ۳۳۲۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے غسل دینے کا کام دادا کے فرزندوں ''بنو ابیہ'' نے انجام دیا تھا، ان میں حضرت علی، عباس بن عبد المطلب ہاشمی اور اس کے فرزند حضرت فضل شامل تھے اور حضرت اسامہ پانی ڈالتے تھے۔ قبر میں اتارنے والوں میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زہری کا نام بھی ملتا ہے اور قثم بن عباس اور شقران کا بھی۔ شبلی: ج ۲، ص ۱۸۶۔ مبارک پوری: ص ۷۳۷

۷۴۔ مولانا کرامت علی۔ انوار محمدی: ص ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰ: ج ۳، ص ۲۵۶ و ما بعد۔ فتح الباری: ج ۳، ص ۳۲۳ و مابعد۔ قبر النبی ﷺ پر بحث